مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (الحدیث)

(اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو دین میں سمجھ عنایت کرتا ہے)

# اسلامیات

## ساتویں جماعت کے لیے

## سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

## جام شورو

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو
منظور شدہ: صوبائی محکمہ تعلیم و خواندگی حکومت سندھ
تصحیح شدہ: صوبائی کمیٹی برائے جائزہ کتب بیورو آف کریکیولم و توسیع تعلیم ونگ سندھ، جام شورو
بمراسلہ نمبر: ایس او (جی-آئی) ای اینڈ ایل / کریکیولم 2014 گورنمنٹ آف سندھ ایجوکیشن اینڈ لٹریسی ڈپارٹمنٹ
مؤرخہ 3 دسمبر 2015
بطور واحد اسلامیات کی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ

نگران اعلیٰ: آغا سہیل احمد (چیئرمین سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو)

نگران: عبدالباقی ادریس السندی

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر مختیار احمد کاندھڑو

ایڈیٹرز:
* پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورائی
* پروفیسر ڈاکٹر ثناءاللہ بھٹو
* پروفیسر ڈاکٹر عزیز الرحمٰن سیفی

## صوبائی جائزہ کمیٹی

☆ پروفیسر ڈاکٹر ثناءاللہ بھٹو ☆ پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورائی ☆ پروفیسر محمد ابراہیم برڑو
☆ پروفیسر عطا محمد ڈیتھو ☆ عبدالحکیم پٹھان

کمپوزنگ و لے آؤٹ ڈزائننگ: ☆ اسداللہ بھٹو ☆ نور محمد سمیجو

طبع کنندہ:

# فہرست

| عنوان | | صفحہ |
|---|---|---|

## باب اوّل: القرآن الکریم



## باب دوم: ایمانیات اور عبادات

## باب سوم: سیرت طیبہ

### حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیّبہ (فتحِ مکہ سے وصال تک)



## باب چہارم: اخلاق وآداب



## باب پنجم: ہدایت کے سرچشمے مشاہیرِ اسلام

باب اول

# القرآن الکریم

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ یہ کتاب تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار، اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ نازل ہونے کی مدّت تقریباً تیئیس سال ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ پر مرحلہ وار احکام نازل ہوتے رہے۔ اس مقدس کتاب میں انسانوں کی زندگی سے تعلق رکھنے والے وہ احکام ذکر کیے گئے ہیں، جن پر عمل کرنے سے انسان دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت میں بڑا ثواب ہے۔ ایک ایک حرف پڑھنے سے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ قرآن مجید تجوید سے پڑھیں۔ پورے قرآن مجید کے معنی اور مطلب کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

باب اول میں ناظرہ قرآن مجید کے لیے نصاب میں رکھے ہوئے آٹھ پاروں کے پڑھنے سے طلبہ قرآن مجید کے بیس پارے ناظرہ مکمل کرلیں گے۔ ان کے پڑھنے کے دوران الفاظ کے تلفّظ کی ادائیگی تجوید سے کر سکیں گے۔ اس باب کو پورا کرنے سے حفظِ قرآن مجید کے لیے جو تین سورتیں رکھی گئی ہیں، ان کو اچھے طریقے سے یاد کرلیں گے۔ ان سورتوں کی تلاوت نمازوں کے دوران یا دوسرے اوقات میں کرتے رہیں گے۔ اسی طرح اس باب میں جو دعا والی دو قرآنی آیتیں مقرر کی گئی ہیں، ان کو ترجمہ سمیت یاد کرکے وقتاً فوقتاً اپنی خطاؤں کی معافی اور علم کے حصول کے لیے پڑھتے رہیں گے۔

# (الف) ناظرہ قرآن: ۱۳ تا ۲۰ (آٹھ پارے)

(۱۳) وَمَآ اُبَرِّئُ (۱۴) رُبَمَا (۱۵) سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ (۱۶) قَالَ اَلَمْ اَقُلْ (۱۷) اِقْتَرَبَ

(۱۸) قَدْ اَفْلَحَ (۱۹) وَقَالَ الَّذِیْنَ (۲۰) اَمَّنْ خَلَقَ

قرآن مجید کے اس حصے کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- قرآن مجید کا مقرر کردہ یہ حصہ اچھی طرح ناظرہ پڑھ سکیں گے۔
- قرآن مجید کے پڑھے ہوئے بیس پاروں سے روزانہ تلاوت کر سکیں گے۔
- قرآن مجید کی مقرر کردہ سورتیں یاد کر کے سنا سکیں گے۔
- قرآن مجید کی مقرر کردہ آیات باترجمہ یاد کر کے سنا سکیں گے۔

**وضاحت برائے اساتذہ**

- طلبہ وطالبات کو پاروں کے نام یاد کروائے جائیں۔
- ناظرہ اور حفظ والے دونوں حصوں کا دورانِ سال امتحان لیا جائے اور سالانہ امتحان کے موقع پر زبانی امتحان لیا جائے۔ اس میں حاصل کردہ نمبر فہرستِ نتیجہ میں درج کیے جائیں۔
- اسلامیات کے کل سو نمبروں میں ناظرہ والے حصے کے لیے چالیس نمبر مقرر کیے گئے ہیں اور اسلامیات میں کامیاب ہونے کے لیے ناظرہ قرآن مجید میں کامیابی لازمی ہے۔

## (ب) حفظِ قرآن: سُوْرَۃُ الضُّحٰی۔سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ۔سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ

### سُوْرَۃُ الضُّحٰی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ؕ﴿۴﴾ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۪﴿۶﴾ وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَہَدٰی ۪﴿۷﴾ وَ وَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْہَرْ ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْہَرْ ؕ﴿۱۰﴾ وَ اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ٪﴿۱۱﴾

### سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَہَا ۙ﴿۱﴾ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَہَا ۙ﴿۲﴾ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَہَا ۚ﴿۳﴾ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَہَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَہَا ؕ﴿۵﴾ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۬ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَہُمْ ؕ﴿۶﴾ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ٪﴿۸﴾

### سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْقَارِعَۃُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَۃُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىکَ مَا الْقَارِعَۃُ ؕ﴿۳﴾ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾ وَ تَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِہْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ ۙ﴿۶﴾ فَہُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ؕ﴿۹﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىکَ مَا ہِیَہْ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَۃٌ ٪﴿۱۱﴾

## (ج) حفظ و ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

① رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَ اعۡفُ عَنَّا ٝ وَ اغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَ ارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰىنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۸۶﴾ (البقرہ:۲۸۶)

"اے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مؤاخذہ نہ کیجیو۔ اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو۔ اور (اے پروردگار) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب فرما"۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

② رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿ۙ۲۵﴾ وَ یَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿ۙ۲۶﴾ وَ احۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ﴿ۙ۲۷﴾ یَفۡقَہُوۡا قَوۡلِیۡ ﴿۪۲۸﴾
(طٰہٰ: ۲۵تا۲۸)

"اے میرے پروردگار! میرا سینہ کھول دے۔ اور میرا کام آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں"۔

## سبق کا خلاصہ

- قرآن مجید کے آٹھ پارے (۱۳ تا ۲۰) ناظرہ پڑھنا ضروری ہیں۔
- سورۃ الضحیٰ، سورۃ الزلزال اور سورۃ القارعہ حفظ کرنا لازمی ہیں۔
- اس سبق میں قرآن مجید کی بتائی گئی دعائیں باترجمہ یاد کرنا ضروری ہیں۔

# ایمانیات اور عبادات

اس باب میں اسلام سے متعلق دو بنیادی اور اہم باتوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایک عقیدہ اور دوسری عبادت۔ اسلامی تعلیمات میں عقائد اور عبادات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ توحید کے بعد رسولوں پر ایمان اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ ہے۔ کوئی بھی انسان تب تک مسلمان نہیں بن سکتا، جب تک کہ وہ تمام انبیاء پر بلا تفریق ایمان نہ لے آئے۔ اسلام میں عبادت کے تصور کی وضاحت کی گئی ہے۔ ان عبادات میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں ہم دعا اور زکوۃ کی فضیلت اور معاشرتی اہمیت کو ذکر کریں گے۔

دعا اور زکوۃ اسلام کی دو اہم عبادات ہیں۔ دعا ایک طرف انسان کی عاجزی کا بہترین اظہار ہے تو دوسری طرف اپنے رب سے گہرے تعلق کا نام ہے۔ زکوۃ ایک اہم مالی عبادت ہے، جس سے ایک طرف معاشرے میں معاشی خوشحالی پیدا ہوتی ہے تو دوسری طرف رب ذوالجلال کی مالی نعمت کے بہترین شکرانے کا سبب ہے۔

اس باب میں شامل اسباق کے مطالعے کے بعد بچے کے ذہن میں اسلام کے دوسرے نمبر عقیدے یعنی رسالت کی حقیقت کھل کر واضح ہو جائے گی اور وہ شعور کے ساتھ اس عقیدے پر یقین رکھیں گے۔ رسالت اور اس کے تقاضے جاننے سے بچے کے ذہن میں رسولوں کے نقش قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہو گا اور ان سے محبت اور عقیدت کے جذبات پیدا ہوں گے۔ دعا کی حقیقت ان کے ذہنوں میں واضح ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں میں زکوۃ کی فضیلت اور معاشرتی اہمیت کا احساس پیدا ہو گا۔

## (الف) ایمانیات:

# رسولوں پر ایمان (رسالت اور اس کے تقاضے)

### حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- رسول کے لُغوی اور اصطلاحی معنٰی کو جان کر بیان کر سکیں گے۔
- رسالت کے تقاضوں کی چاروں قسموں سے پوری طرح واقف ہو کر تحریر کر سکیں گے۔
- عقیدۂ رسالت کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کر سکیں گے۔

**رسالت کے معنی و مفہوم:** رسالت کے لُغوی معنی پیغام پہنچانا ہیں اور 'رسول' کے معنی ہیں پیغام پہنچانے والا۔ رسول کے لیے ایک دوسرا لفظ ''نبی'' بھی استعمال ہوتا ہے۔ 'نبی' کے لغوی معنی ہیں خبر دینے والا۔ اصطلاحًا 'رسول' اور 'نبی' اس برگزیدہ بندے کو کہا جاتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ اپنا پیغام دے کر انسانیت کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے۔

**عقیدۂ رسالت:** ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کس طرح کی جائے اور زندگی گزارنے کا صحیح راستہ کون سا ہے، یہ ایسے سوالات ہیں جن کو ہم اپنی مرضی اور اپنے ذہن سے طے نہیں کر سکتے۔ اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے رب نے ہماری طرف اپنے منتخب کیے ہوئے برگزیدہ بندوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ﴿۲۴﴾ (فاطر:۲۴)

اور کوئی اُمت نہیں مگر اس میں ہدایت کرنے والا گذر چکا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلٌ ۚ (یونس:۴۷)

ہر قوم میں رسول آیا ہے۔

قرآن مجید میں اگرچہ چند نبیوں اور رسولوں کا تذکرہ موجود ہے، لیکن قرآن مجید کی ذکر کردہ آیات بتارہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں اور علاقوں کی طرف کئی نبی اور رسول بھیجے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسلام میں ہمیں یہ عقیدہ دیا گیا ہے کہ ان پیغمبروں میں سے کسی ایک کو نہ ماننا دراصل سب کو نہ ماننا ہے، کیوں کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رسالت و نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کیا گیا۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک ساری دنیا کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس کو " عقیدۂ ختمِ نبوت " کہتے ہیں۔ اس عقیدہ پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اس عقیدے کو مانے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

**پیغمبروں کے بھیجے جانے میں حکمت :** اللہ تعالیٰ انسانوں سے بہت پیار کرتا ہے، اس لیے پیدا کرنے کے بعد ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اپنے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزار سکے اور اس کی ناراضگی سے بچ سکے۔ اور قیامت کے دن انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے سزا کیوں دی جارہی ہے، مجھے تو صحیح اور غلط، حق اور باطل کا پتہ ہی نہ تھا۔

**رسالت کے تقاضے :** رسولوں پر ایمان لانے کے فوراً بعد ہم پر ان کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

**۱۔ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :** اللہ تعالیٰ کے کسی بھی پیغمبر پر ایمان لانے کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ محبت اسی سے کی جائے کیوں کہ وہ وہی ذات ہے، جس نے انسان کو زندگی کا کامل شعور بخشا اور حقیقی کامیابی کا راستہ بتایا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی بھی تب تک کامل مومن نہیں بن سکتا، جب تک کہ وہ مجھ سے اپنے باپ، اپنی اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ محبت نہ کرے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت ہو گی تو ان کے نقش قدم پر چلنا آسان ہو گا ورنہ مشکل ہو گا۔

**۲۔ تعظیم و توقیر :** رسول پر ایمان لانے کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ ان کا دل کے ساتھ ادب و احترام کیا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ (الفتح:۹)

تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔

سورۂ حجرات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی سے انسان کے نیک اعمال غارت ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ کسی بھی پیغمبر کی شان میں نازیبا الفاظ بولنا، لکھنا یا ان کی کوئی تصویر بنانا ان کے ادب واحترام کے منافی ہے۔

**۳۔ مدد و نُصرت:** رسول پر ایمان لانے کا تیسرا اہم تقاضا یہ ہے کہ ان کے کام میں ان کا مکمل طور پر ساتھ دیا جائے اور دین کی اشاعت، تبلیغ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے رسول کے پیغام پر عمل پیرا ہونا چاہیے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا۔ آج کل ہمارے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ان کے پیغام کو دنیا میں عام کریں اور ان کے لیے اخلاصِ نیت کے ساتھ اپنا وقت اور مال خرچ کریں۔

**۴۔ اطاعت واتباع:** رسول پر ایمان لانے کا چوتھا اہم تقاضا یہ ہے کہ انسان ان کو نمونۂ عمل بنائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء:۶۴)

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

رسول دین کے معاملات میں جو تعلیم دیں، اس پر دل وجان سے عمل کیا جائے۔ عقیدہ، عبادت، حلال وحرام، جائز وناجائز، پاک وناپاک، معیشت وسیاست، عدالت وانصاف مطلب کہ ہر شعبۂ زندگی میں ان کے دیے ہوئے اصولوں پر عمل کرنے کو رسول کی اطاعت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سب سے مقدم ہے۔

ہمیں اس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ عقیدۂ رسالت ہمارے ذہنوں میں راسخ ہو جائے اور ہم عملی طور پر عقیدۂ رسالت کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔

## سبق کا خلاصہ

- اللہ تعالیٰ کو انسانوں سے بہت محبت ہے، اس نے انسانوں کو پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا، بلکہ ان کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا، تاکہ وہ اس کی رضا حاصل کر سکیں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

- اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور علاقے کی طرف نبی اور رسول بھیجے ہیں۔
- حضور ﷺ سب سے آخر میں سارے عالَم کے لیے بھیجے گئے اور آپ ﷺ پر نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**
- قرآن مجید میں جن انبیاء علیہم السلام کا ذکر آیا ہے، ان کے نام معلوم کر کے یاد کریں۔

# مشق

## ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) رسالت و نبوت کے معنی اور مفہوم بتائیں۔
(۲) عقیدۂ ختمِ نبوت کیا ہے؟ اس کی اہمیت بیان کریں۔
(۳) رسول کی گستاخی کا کیا مطلب ہے؟
(۴) رسالت کے تقاضے کیا ہیں؟
(۵) رسالت سے متعلق کوئی بھی ایک آیت سنائیں۔

## ۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے بعد .................... کی اطاعت سب سے مقدم ہے۔
(۲) رسول کی.................... سے نیک اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔
(۳) حضور ﷺ پر .................... کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کیا گیا۔
(۴) ہر قوم کی طرف .................... بھیجا گیا ہے۔
(۵) قرآن مجید میں صرف.................... نبیوں اور رسولوں کا تذکرہ ہے۔

۳- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- رسول پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا دل کے ساتھ ادب و احترام کیا جائے۔ | | |
| ۲- اللہ تعالیٰ نے صرف عربوں کی طرف رسول بھیجے ہیں۔ | | |
| ۳- قرآن مجید میں ۱۰۰ انبیوں کا ذکر ہے۔ | | |
| ۴- اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف کھانے پینے کے لیے پیدا کیا ہے۔ | | |
| ۵- رسول کے معنی ہیں پیغام پہنچانے والے۔ | | |
| ۶- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے آخر میں سارے عالم کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ | | |

۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱- حضرت آدم علیہ السلام کو | سب سے آخر میں بھیجا گیا۔ |
| ۲- رسول پر ایمان لانے کا دوسرا تقاضا | یہ ہے کہ انسان ان کو نمونۂ عمل بنائے۔ |
| ۳- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو | تو ان کے نقش قدم پر چلنا آسان ہو گا۔ |
| ۴- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سچی محبت ہو گی | سب سے پہلے بھیجا گیا۔ |
| ۵- رسول پر ایمان لانے کا چوتھا تقاضا | یہ ہے کہ ان کا دل کے ساتھ ادب و احترام کیا جائے۔ |

**ہدایت برائے اساتذہ**

- ”رسالت کے تقاضوں“ کے موضوع پر طلبہ و طالبات سے مذاکرہ کروایا جائے۔

# (ب) عبادات

## ا- اسلام میں عبادت کا تصور

### حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اسلامی تصوّرِ عبادت کو اچھی طرح سمجھ کر تحریر کر سکیں گے۔
- عبادت کے تصوّر کو اچھی طرح سمجھنے سے ان کی سماجی زندگی میں وحدت پیدا ہو گی اور عملی انتشار ختم ہو گا، کو بیان کر سکیں گے۔
- عملی زندگی اس ضابطۂ حیات کے مطابق گزار سکیں گے۔

### عبادت کے معنی اور مفہوم:

عبادت کے معنی ہیں بندگی کرنا یا غلامی کرنا یعنی اپنے حقیقی خالق اور مالک اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا۔ جو شخص بندگی یا غلامی بجا لاتا ہے اسے ''عبد'' کہتے ہیں۔ جس طرح ایک غلام اپنے آقا اور مالک کی غلامی اور اطاعت کرتا ہے اسی طرح ایک حقیقی عبد بھی اپنے آقا اور مالک اللہ تعالیٰ کی غلامی اور اطاعت کرتا ہے۔

قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی بندگی بجالانے کے لیے پیدا کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (الذاریات:۵۶)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

**اسلام میں عبادت کا تصور:** اسلام میں عبادت کا تصور بہت وسیع اور جامع ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہماری عبادت کا ہمیں ہی فائدہ ہوتا ہے نہ کہ ہمارے رب کو۔ اگر دنیا کے سارے انسان بھی اس کی بندگی سے منہ پھیر لیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی طاقت اور اختیار میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی، اسی طرح اگر ساری دنیا کے انسان اس کی عبادت کرنے لگ جائیں تو یہ اس کی لامتناہی طاقت اور عظیم اختیار میں اضافے کا سبب نہیں بن سکتی۔ اسلام میں عبادت کا تصوّر صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ذکر و اذکار تک محدود نہیں ہے، بلکہ زندگی کے تمام تر معاملات اور کام جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق کیے جائیں، وہ بھی عبادت میں شامل ہیں۔ ایک انسان اگر کاروبار یا تجارت کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہیں کرتا تو وہ دراصل عبادت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حصولِ رزقِ حلال عین عبادت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ملازم، سرکاری ہو یا خانگی، اپنی ڈیوٹی فرض شناسی اور دیانتداری سے کر رہا ہے، تو وہ بھی دراصل عبادت میں مشغول ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص خوب محنت اور لگن کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہا ہے تاکہ اپنے ملک اور قوم کی خدمت کر سکے تو دراصل وہ بھی عبادت بجا لا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیمات کی خلاف ورزی نہ کی جائے تو وہ "عبادت" کہلاتی ہے۔

عبادت کے اس تصور سے حقوق اللہ اور حقوق العباد سب ادا ہو جاتے ہیں جس سے ایک اچھا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ معاشرے سے برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور اچھے انسانی اخلاق اور اوصاف پروان چڑھتے ہیں۔ جھوٹ، بددیانتی، قتل و غارتگری، ظلم و ناانصافی جیسی برائیاں مٹ جاتی ہیں۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور اس کا واضح تاریخی ثبوت ہے۔

عام طور پر عبادت کا تصور بہت ہی محدود سمجھا گیا ہے۔ ہم عبادت صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ذکر و اذکار کو سمجھا جاتا ہے اور معاملات کو عبادت سے خارج کیا جاتا ہے۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ زندگی کے تمام معاملات کو بھی عبادت سمجھیں اور انھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات کے مطابق سرانجام دیں۔

## سبق کا خلاصہ

- عبادت بندگی اور غلامی کو کہتے ہیں اور اسلام میں عبادت کا تصور بہت وسیع اور جامع ہے۔ اپنی زندگی کے تمام تر معاملات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ادا کرنا دراصل عبادت ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی اسی کے لیے انسان کو تیار کرتے ہیں۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- عبادت کے موضوع پر ایک مختصر نوٹ اپنی اپنی کاپیوں پر تحریر کر کے اپنے اساتذہ سے چیک کروائیں۔

## مشق

### ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) عبادت کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(۲) اسلام میں عبادت کا تصور کیا ہے؟

(۳) انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟

(۴) ہماری عبادت کا فائدہ کس کو پہنچتا ہے؟

### ۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) عبادت کے لُغوی معنی ہیں:

(الف) نماز پڑھنا　　(ب) روزہ رکھنا

(ج) بندگی کرنا یا غلامی کرنا　　(د) حج کرنا

(۲) اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہماری عبادت کا:

(الف) ہمیں فائدہ ہوتا ہے (ب) ہمیں فائدہ نہیں ہوتا
(ج) دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے (د) کسی کو بھی فائدہ نہیں ہوتا

(۳) حصولِ رزقِ حلال:

(الف) عین خدمت ہے (ب) عین عبادت ہے
(ج) عین انسانیت ہے (د) عین امانت ہے

(۴) تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیمات کی خلاف ورزی نہ کی جائے تو وہ:

(الف) صرف دیانت کہلاتی ہے (ب) صرف امانت کہلاتی ہے
(ج) صرف صداقت کہلاتی ہے (د) عبادت کہلاتی ہے

(۵) جو شخص بندگی یا غلامی بجالاتا ہے اسے:

(الف) معبود کہتے ہیں (ب) عبد کہتے ہیں
(ج) محبوب کہتے ہیں (د) مسرور کہتے ہیں

## ۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حصولِ رزقِ حلال عین........................ ہے۔
(۲) اسلام میں........................ کا تصور بہت وسیع ہے۔
(۳) عبادت کے معنی........................ ہیں۔
(۴) ہم عبادت صرف................................ کو سمجھتے ہیں۔
(۵) اللہ تعالیٰ نے.................... اور انسانوں کو صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- اسلام میں عبادت کا تصور محدود ہے۔ | | |
| ۲- عبادت کے معنی ہیں بندگی کرنا۔ | | |
| ۳- کاروبار اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے مطابق کرنا عبادت ہے۔ | | |
| ۴- ملک و قوم کی خدمت کرنے کے لیے تعلیم حاصل کرنا عبادت ہے۔ | | |
| ۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہودی کو جواب دیا کہ ہماری عبادت محدود ہے۔ | | |

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱- اسلام میں عبادت کا تصوّر | بندگی کرنا یا غلامی کرنا۔ |
| ۲- عبادت کے معنی ہیں | بہت ہی محدود سمجھا گیا ہے۔ |
| ۳- آج ہماری عبادت کا تصوّر | بہت وسیع اور جامع ہے۔ |
| ۴- ہم عبادت صرف نماز، روزہ | کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ |
| ۵- جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا | زکوٰۃ، حج اور ذکر واذکار کو سمجھتے ہیں۔ |

**ہدایت برائے اساتذہ**

- اسلامی تصوّرِ عبادت کے فوائد پر طلبہ وطالبات میں مباحثہ کرایا جائے۔

# ۲۔ دُعا کی اہمیت وفضیلت

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- دعا کی حکمت اور فوائد سے بخوبی واقف ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- دعا کی ضرورت واہمیت کو تحریر کر سکیں گے۔
- اسلامی تعلیمات کے مطابق عملی زندگی میں دعا کر سکیں گے۔

**دُعا کے معنی و مفہوم:** دعا عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ہیں بلانا یا پکارنا۔ دعا میں چوں کہ انسان زبان سے یا دل سے اللہ تعالیٰ کو بلاتا یا پکارتا ہے اس لیے اس کو ''دعا'' کہا جاتا ہے۔ دعا اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک خالص عبادت کا عمل ہے اس لیے وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جا سکتی ہے اور اس عمل میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ ؕ (المؤمن: ۶۰)

تم مجھ سے دعا کرو، میں تمھاری (دعا) قبول کروں گا۔

**دُعا کی اہمیت وفضیلت:** انسان کی روزمرہ زندگی میں ایسے بے شمار مواقع آتے ہیں جب وہ اپنے آپ کو مجبور اور بے بس پاتا ہے۔ سارے مادی سہارے اور دنیاوی اسباب جب ناکام ہو جاتے ہیں، تو انسان ایسی ہستی کی طرف رجوع کرتا ہے اور دل سے پکار اٹھتا ہے جس نے اس کائنات کو کمالِ مہارت سے تخلیق کیا ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے، جو ہر چیز پر کامل قدرت رکھتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔ انسان اس پر کامل ایمان رکھ کر چاہے دل سے اس کو پکارے یا زبان سے اس کو پکارے، وہ اس کو سنتا ہے اور اس کی حاجت پوری کرتا ہے، وہ سمیع و بصیر ہستی ہے۔ اس کے آگے کوئی مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ (البقرہ:۱۸۶)

"اور جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو میں تو تمھارے پاس ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پائیں"۔

دعا کی اہمیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

"دعا عبادت کا نچوڑ ہے"۔

انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور انھوں نے دیگر انسانوں کو بھی یہی ہدایت فرمائی۔ جب بھی کوئی مسلمان مکمل ایمان اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو وہ دُعا قبول ہوتی ہے۔

حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ دعا کی قبولیت کی تین صورتیں ہیں: (۱) دنیا میں ہی قبول ہو جائے گی۔ (۲) یا آخرت میں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ (۳) بندے سے کوئی مصیبت دور کی جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پسندیدہ دعاؤں میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱) رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ (البقرہ: ۲۰۱)

پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔

(۲) رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ (طٰہٰ:۱۱۴)

میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے۔

**دُعا کی حکمت:** دنیا کی مشکلات، مصائب اور حوادث میں انسان بے بس ولاچار ہو جاتا ہے اور مایوسی کا شکار ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں دعا کی حکمت یہ ہے کہ وہ انسان کو حوصلہ دیتی ہے اور مایوسی سے بچاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کو جوڑتی ہے۔

**دعا مانگنے کے آداب:** اپنی دعا کو مقبول بنانے کے لیے دعا کے چند آداب یہ ہیں:

- دعا اخلاص اور توجّہ سے مانگنا۔
- دعا کی مقبولیت کے لیے رزقِ حلال کھانا۔
- برے اور گناہ کے کاموں کی دعا نہ کرنا۔

- دعا صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔
- قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگنا۔

## دعا مانگنے کے فوائد:

- دعا پریشانیوں کے ازالے کے لیے مؤثر ترین ہتھیار ہے۔
- دعا بیماریوں سے نجات وشفا کا ذریعہ ہے۔
- دعا اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرتی ہے۔
- دعا قوتِ ارادی کو مضبوط اور مستحکم کرتی ہے۔
- دعا دل و دماغ کے یقین کی کیفیات کو بڑھاتی ہے۔
- دعا سے اللہ تعالیٰ کی قوت وطاقت پر اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔
- دعا میں چوں کہ عاجزی وانکساری ہوتی ہے۔ جیسے ہاتھوں کو اوپر اٹھانا، گڑگڑا کے مانگنا، اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرنا یہ تمام چیزیں تکبّر اور سرکشی کے جذبات کو ختم کر دیتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں تمام افعال واعمال عاجزی وانکساری کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔

## سبق کا خلاصہ

- دعا ایک اہم عبادت ہے۔ دعا عبادت کی روح ہے۔
- دعا انسان کی عاجزی کو ظاہر کرتی ہے۔
- دعا مشکلات کے وقت انسان کے لیے قیمتی سہارا ہے۔
- دعا اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنی چاہیے۔
- ہر پیغمبر نے اللہ تعالیٰ سے ہی دعا مانگی ہے اور اپنی امت کو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی تلقین کی ہے۔

**سرگرمی برائے طلبہ وطالبات**

- رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ دعاؤں کا ترجمہ خوشخطی سے اپنی کاپیوں پر تحریر کریں۔

# مشق

## ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) دعا کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی کیا ہیں؟

(۲) دعا کیوں مانگی جاتی ہے؟

(۳) دعا کے قبول ہونے کی کیا صورتیں ہیں؟

(۴) دعا کس سے مانگنی چاہیے؟

(۵) دعا کی فضیلت بیان کیجیے۔

## ۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) دعا کے لفظی معنی ہیں:

(الف) پڑھنا (ب) دینا (ج) پکارنا (د) سنوارنا

(۲) سبق میں ذکر کی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ دعا ہے:

(الف) والدین کی مغفرت کے بارے میں (ب) صحت کے بارے میں

(ج) علم کے بارے میں (د) اولاد کے بارے میں

(۳) دعا کی مقبولیت کی صورتیں ہیں:

(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

(۴) دعا کی حکمت یہ ہے کہ وہ انسان کو:

(الف) حوصلہ دیتی ہے (ب) صرف مالدار بناتی ہے

(ج) والدین کی رضامندی کا ذریعہ بنتی ہے (د) صرف محبت پیدا کرتی ہے

## ۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) دعا ایک اہم...............ہے۔

(۲) انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہر حالت میں اسی ہستی کو...........تھے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''مجھ سے..............مانگو میں تمھاری دعا قبول کرتا ہوں''۔

(۴) دعا مشکلات کے وقت انسان کے لیے قیمتی.............ہے۔

## ۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- دعا کے معنی ہیں بلانا یا پکارنا۔ | | |
| ۲- ہمیں دعا اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنی چاہیے۔ | | |
| ۳- دعا کی قبولیت کی صرف دو صورتیں ہیں ۔ | | |
| ۴- دعا تکبر کو ظاہر کرتی ہے۔ | | |

## ۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱- دعا | ایک خالص عبادت کا عمل ہے۔ |
| ۲- دعا اسلامی تعلیمات کے مطابق | اللہ تبارک وتعالیٰ کو پکارتے تھے۔ |
| ۳- انبیاء کرام علیہم السلام ہر حالت میں | رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ |
| ۴- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ دعا ہے۔ | عربی زبان کا لفظ ہے۔ |

- سبق میں دی گئی دعائیں طلبہ وطالبات سے اچھی طرح یاد کروائی جائیں۔

# ۳۔ زکوٰۃ: (فضیلت اور معاشرتی اہمیت)

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اسلام کی اس عظیم الشان مالی عبادت کی معاشرتی اہمیت کو جان کر بیان سکیں گے۔
- زکوٰۃ کی فضیلت کو بیان کر سکیں گے اور دوسروں کو ترغیب دے سکیں گے۔
- بڑے ہو کر صاحبِ استطاعت ہو گئے تو زکوٰۃ ادا کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔

**زکوٰۃ کے معنی و مفہوم:** زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں پاکیزگی اور نشوونما۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق زکوٰۃ کا مطلب ہے کہ مال کے متعین نصاب پر مقررہ شرح کے مطابق مال نکال کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے سے چوں کہ مال پاک ہو جاتا ہے اور اس سے دنیا اور آخرت میں برکت حاصل ہوتی ہے اس لیے اس کو "زکوٰۃ" کہا جاتا ہے۔

**زکوٰۃ کی فضیلت:** زکوٰۃ اسلام کا بنیادی اور اہم رکن ہے، جسمانی عبادات میں جس طرح نماز کی سب سے زیادہ فضیلت ہے، اسی طرح مالی عبادات میں زکوٰۃ کی بھی فضیلت ہے۔ نماز حقوق اللہ میں سرِ فہرست ہے، تو زکواۃ حقوق العباد میں سر فہرست ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر نماز کے ساتھ اور کہیں علیٰحدہ زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ زکوٰۃ کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ:۱۰۳)

ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کرلو اس سے تم ان کو پاک اور پاکیزہ کرتے ہو۔

ایک اور جگہ زکوٰۃ کے مال میں برکت کے سلسلے میں ارشاد ہوا ہے:

ترجمہ: "جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے، جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ اور اللہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے"۔ (البقرہ:۲۶۱)

حضور ﷺ نے سنہ ۹ ہجری میں جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اسلام کا داعی بنا کر یمن بھیجا تو اسلام کے فرائض جو بتائے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ:

''تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے دولتمندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دی جائے گی''۔

زکوٰۃ اس مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہوتی ہے جس کے پاس اپنی بنیادی ضرورتوں کے علاوہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کا نصاب یا اس کے مساوی رقم یا تجارتی سامان موجود ہو اور اس کے پاس ایک سال تک موجود رہے۔ اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔

**زکوٰۃ کے مصارف:** زکوٰۃ کی رقم مندرجہ ذیل آٹھ جگہوں پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞ (التوبہ: ٦٠)

زکوٰۃ تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تألیفِ قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں میں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کر دیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

**زکوٰۃ کی معاشرتی اہمیت:** زکوٰۃ اسلام کا ایک ایسا معاشرتی حکم ہے کہ جس کو ادا نہ کرنے والوں کے خلاف حکومت کی طرف سے قانونی کارروائی کی جائے گی۔ اسلامی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو کچھ لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا، یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے تاریخی الفاظ یہ ہیں:

'' اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے بکری کا ایک بچہ، جو وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیتے تھے، نہیں دیں گے تو میں ضرور ان سے لڑوں گا''۔

**زکوٰۃ ادا کرنے کے فوائد:** اسلامی قانون کے مطابق اگر زکوٰۃ کے نظام پر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو معاشرے سے غربت بھی ختم ہو سکتی ہے اور ملک اور قوم ترقی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ معاشرے سے بخل، لالچ، خود غرضی جیسے تباہ کن اخلاقی امراض سے بھی نجات مل سکتی ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں امن و سکون اور باہمی اخوت

ومحبت کو فروغ ملتا ہے۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں جب زکوٰۃ کے نظام پر باقاعدہ عمل کیا گیا تو صرف چند سالوں میں اسلامی سلطنت میں خوشحالی عام ہو گئی۔ ہمارے وطن پاکستان میں زکوٰۃ کے نظام پر سختی سے عمل کیا جائے تو تھوڑے عرصے میں ہمارے وطن سے غربت ختم ہو جائے گی اور ترقی کی شاہراہ پر مزید گامزن ہو جائے گا۔

**زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات:** زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ (التوبہ: ۳۴-۳۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو اس دن عذاب الیم کی خبر سنا دو۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے۔ اس کا مزہ چکھو۔

اس کے علاوہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے دنیا میں بھی بہت سارے نقصانات ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

- اسلامی حکومت زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کر سکتی ہے۔
- زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے دولت چند ہاتھوں تک محدود ہو جاتی ہے۔
- زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے طبقاتی کشمکش پیدا ہوتی ہے۔
- زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے مال سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

ہمیں اس سے سبق ملا کہ ہم زکوٰۃ ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں اور معاشرے میں ضرورتمند اور مفلس لوگوں کی حاجات پوری کرنے کی کوشش کریں، تاکہ معاشرہ بخل، لالچ اور خود غرضی سے پاک ہو جائے۔

## سبق کا خلاصہ

- زکوٰۃ اسلام کی ایک اہم مالی عبادت ہے، حقوق العباد میں یہ سرِ فہرست ہے۔
- زکوٰۃ صرف امیروں پر فرض کی گئی ہے۔

- قرآن وحدیث میں زکوٰۃ ادا کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف حکومت قانونی کارروائی کر سکتی ہے۔ جبکہ آخرت میں سخت عذاب دیا جائے گا۔
- زکوٰۃ کے نظام کو نافذ کرنے میں معاشرے سے غربت ختم ہو جاتی ہے اور بخل اور لالچ جیسے اخلاقی امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ہمدردی اور اخوت کا ماحول پروان چڑھتا ہے۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- طلبہ و طالبات سبق میں زکوٰۃ کے مصارف والی آیت باترجمہ خوشخطی سے تحریر کریں۔

## مشق

### ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) زکوٰۃ کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(۲) زکوٰۃ کے اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

(۳) زکوٰۃ کے مصارف کتنے ہیں؟ کوئی بھی تین مصارف بیان کریں۔

(۴) زکوٰۃ کا نصاب بیان کریں۔

(۵) زکوٰۃ کے کوئی بھی دو معاشرتی فوائد بتائیں۔

### ۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) مالی عبادات میں ............... کی سب سے زیادہ فضیلت ہے۔

(۲) زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف ............ کی طرف سے قانونی کارروائی کی جائے گی۔

(۳) زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے ................ کشمکش پیدا ہوتی ہے۔

(۴) زکوٰۃ کے ادا کرنے سے بخل اور ................ جیسے اخلاقی امراض سے نجات مل سکتی ہے۔

(۵) زکوٰۃ پر عمل کرنے سے ہمارا وطن .................... پر مزید گامزن ہو جائے گا۔

## ۳۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱۔ زکوٰۃ کا نصاب دس تولہ سونا ہے۔ | | |
| ۲۔ زکوٰۃ صرف مسلمان پر فرض ہے۔ | | |
| ۳۔ زکوٰۃ حقوق اللہ میں سے سرِفہرست ہے۔ | | |
| ۴۔ زکوٰۃ پر عمل کرنے سے معاشرے سے غربت ختم ہو سکتی ہے۔ | | |
| ۵۔ زکوٰۃ کی رقم پانچ جگہوں پر خرچ کی جا سکتی ہے ۔ | | |

## ۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱۔ ”میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا | تو صرف چند سالوں میں خوشحالی عام ہو گئی۔ |
| ۲۔ جب زکوٰۃ کے نظام پر باقاعدہ عمل کیا گیا | سرِفہرست ہے۔ |
| ۳۔ زکوٰۃ حقوق العباد میں | جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں“۔ |
| ۴۔ زکوٰۃ تو مفلسوں، محتاجوں | غربت ختم ہو سکتی ہے۔ |
| ۵۔ زکوٰۃ پر عمل کیا جائے تو | اور زکوٰۃ کے کارکنان کا حق ہے۔ |

**ہدایت برائے اساتذہ**

- طلبہ و طالبات کے درمیان زکوٰۃ ادا کرنے کے فوائد اور ادا نہ کرنے کے نقصانات پر مباحثہ کروایا جائے۔

# سیرتِ طیّبہ

''سیرت'' کے لغوی معنی راستہ، طریقہ، اور نمونہ کے ہیں۔ ''سیرت'' سے مراد وہ راستے اور طریقے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنائے اور اختیار کیے۔ اس میں آپ ﷺ کی زندگی کے تمام شُعبے آجاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے اختیار کیے ہوئے تمام کام اور راستے امت کے لیے ''سنت'' ہیں، جن پر عمل کرنا امت کے لیے ضروری ہے۔ ''طیّبہ'' کے معنی ہیں ''پاک''، یعنی حضور ﷺ کے پاک راستے اور طریقے۔ اس باب میں آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے فتحِ مکّہ، غزوہ حُنین، غزوہ تبوک، خطبۂ حجتہ الوداع اور وصال پر اسباق دیے گئے ہیں۔

طلبہ و طالبات سیرت کے ان پانچ اسباق پڑھنے کے بعد معلوم کر سکیں گے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے حضور ﷺ نے کس قدر تکالیف اٹھائیں۔ فتوحات کے موقعے پر آپ ﷺ کا طریقہ مبارک کیا تھا۔ جنگی قیدیوں کے ساتھ کس طرح سلوک کرتے تھے۔ اسی طرح حجتہ الوداع کے موقعے پر آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں جو تاریخی خطاب فرمایا، جس کی حیثیت حقوق العباد میں ایک اہم انسانی منشور کی ہے، اس سے واقف ہو سکیں گے۔ آخر میں آپ ﷺ کے جان گداز واقعہ وصال سے بھی روشناس ہو سکیں گے۔

# حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طیّبہ (فتحِ مکّہ سے وصال تک)

## ۱۔ فتحِ مکہ

### حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضور ﷺ کی زندگی کے اہم اور کامیاب ترین واقعے یعنی فتحِ مکہ کو جان سکیں گے۔
- اس واقعے کا صحیح پس منظر اور اسباب کو بیان کر سکیں گے۔
- فتحِ مکہ کے نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے عملی زندگی بسر کر سکیں گے۔

**فتحِ مکہ کا پس منظر:** ۶ھ میں حُدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور قریشِ مکہ کے درمیان دس سال کے لیے امن اور سلامتی کا معاہدہ ہوا تھا۔ اس امن معاہدے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ جس فریق کو چاہے اپنا حَلیف بنا سکتا ہے۔ اس شرط کے تحت قبیلہ بنو خُزاعہ نے مسلمانوں کو حلیف بنایا اور قبیلہ بنو بکر نے قریش کو۔ قبیلہ بنو بکر کی بنو خزاعہ کے ساتھ پرانی دشمنی چلی آرہی تھی، جس کی وجہ سے انھوں نے بنو خزاعہ والوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ بنو خزاعہ والوں نے کعبہ میں جا کر پناہ لی تاکہ بچ جائیں، لیکن بنو بکر والوں نے کعبہ کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے ان کے بہت سے لوگوں کو جان سے مار ڈالا۔

ان کا یہ حملہ صلحِ حُدیبیہ کی کھلی خلاف ورزی تھی جو کسی بھی طرح قابلِ برداشت نہیں ہو سکتی تھی۔ بنو خزاعہ والوں نے معاہدے کے مطابق حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد کی درخواست کی۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے فوراً ایک قاصد بھیج کر قریش کے سامنے حسب ذیل تین شرائط رکھیں:

۱۔ بنو خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے۔

۲۔ قریشِ مکہ بنو بکر والوں کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔

۳۔ یا صلحِ حُدیبیہ کو ختم کیا جائے۔

قریشِ مکہ نے غرور میں آکر تیسری شرط کو قبول کرتے ہوئے صلحِ حدیبیہ کو توڑ دیا۔ قریش کی اس غداری نے آپ ﷺ کے لیے ان پر حملہ کرنے کے لیے مجبور کر دیا۔

**مکہ کی طرف پیش قدمی:** اس صورتحال کے پیش نظر حضور ﷺ ۸ھ میں دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر مکہ مکرّمہ کی طرف روانہ ہوئے اور وادی مرّ الظّہران میں نزول فرمایا۔ حضور ﷺ نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور ہر حصے کا سپہ سالار علیحدہ مقرر فرمایا:

۱- پہلا حصہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں، جسے حضور ﷺ نے مکے کے اوپر والے حصے کی طرف سے داخل ہونے کا حکم فرمایا۔

۲- دوسرا حصہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں، جسے آنحضرت ﷺ نے مکے کے نشیبی حصے کی طرف سے داخل ہونے کا حکم فرمایا۔

۳- تیسرا حصہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں، جسے نبی اکرم ﷺ نے مکے کے مشرقی حصے کی طرف سے داخل ہونے کا حکم فرمایا۔

۴- چوتھا حصہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں، جسے حضور ﷺ نے مکے کے مغربی حصے کی طرف سے داخل ہونے کا حکم فرمایا۔

قریش کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے تحقیق کے لیے ابوسفیان، حَکیم بن حزام اور بُدَیل بن ورقاء (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو بھیجا۔ یہ لوگ دریافت کرتے ہوئے وادی مرّ الظّہران پہنچے جو مکّہ مُعظّمہ سے ۱۶ میل کے فاصلے پر ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب ابوسفیان کو دیکھا، تو ان کی جان بچانے کے لیے انھیں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے وہ مسلمان ہوگئے۔ آپ ﷺ نے اس موقعہ پر ایک ایسی جنگی حکمت عملی اپنائی کہ جس سے جانوں کا ضیاع نہ ہو۔ لشکر نے جس میدان میں پڑاؤ ڈالا تھا، آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ ہر خیمے کے پاس آگ روشن کی جائے، تاکہ لشکر بہت زیادہ دکھائی دے اور قریش مقابلے سے خوفزدہ ہو جائیں۔ اس طرح نبی کریم ﷺ نے لشکر کو مکہ میں چاروں اطراف سے داخل ہونے کا حکم دیا، جس سے قریش اور زیادہ خوفزدہ ہوگئے۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے اعلان کروایا کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا، اسے معاف کر دیا جائے

گا۔ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے گا ،اسے بھی چھوڑ دیا جائے گا اور جو بھی کعبہ میں پناہ لے گا اس کو بھی معاف کیا جائے گا۔ اس بہترین حکمتِ عملی کے نتیجے میں مسلمانوں کا لشکرِ جرّار بغیر خون بہائے، فتحیاب ہو کر مکہ میں داخل ہوا۔ آپ ﷺ نے کعبہ کا طواف کیااور حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور اپنی کمان سے کعبہ میں رکھے ہوئے تمام بتوں کو گراتے ہوئے یہ قرآن مجید کے یہ الفاظ پڑھتے جا رہے تھے:

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ (بنی اسرائیل: ۸۱)

حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔

**فتحِ مکہ کا نتیجہ:** حضور ﷺ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو قریشِ مکہ سامنے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: قریش کے لوگو! تمھارا کیا خیال ہے میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے جا رہا ہوں؟ وہ بولے: آپ نیک انسان ہیں اور نیک انسا ن کے بیٹے ہیں، آپ سے ہمیں اچھی توقع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں آج تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہی تھی: "آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو"۔ رحمتہ للعالمین ﷺ کی یہ کشادہ دلی اور کریمانہ سلوک دیکھ کر قریشِ مکہ مسلمان ہو گئے۔ اس طرح بغیر خون بہائے نہ صرف مکہ فتح ہو گیا بلکہ مکہ کے رہنے والے لوگوں کے دل بھی فتح ہو گئے اور یہ دنیا کی تاریخ میں ایک بے مثل فتح ہے۔

ہمیں اس سبق سے یہ پیغام ملا کہ دشمن یا مخالف سے انتقام لینا بہتر نہیں ہے، بلکہ دشمن کو معاف کر دینا بہتر اور پسندیدہ بات ہے اور عہد شکنی سے بچا جائے، کیوں کہ عہد شکنی کی بڑی سزا ملتی ہے۔

## سبق کا خلاصہ

- قریشِ مکہ کی بدعہدی اور غداری کے سبب مسلمانوں نے حضور ﷺ کی قیادت میں ۸ ھ ہجری کو مکہ کی جانب پیش قدمی کی۔ آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ ﷺ کی کمال جنگی حکمت عملی اور بے مثال حسنِ سلوک سے نہ صرف مکہ بغیر خون بہائے فتح ہوا، بلکہ مکہ کے لوگوں کے دل بھی فتح ہو گئے۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- "جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" یہ آیت بمع ترجمہ خوش خط لکھ کر اپنے کمرہ جماعت کی دیواروں پر آویزاں کریں۔

## مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) فتحِ مکہ کے کیا اسباب تھے؟
(۲) صلحِ حُدیبیہ کے بعد کس قبیلے نے مسلمانوں کو اپنا حلیف بنایا؟
(۳) قریشِ مکہ کو کس قبیلے نے اپنا حلیف بنایا؟
(۴) صلحِ حدیبیہ کی خلاف ورزی پر حضور ﷺ نے قریش کے سامنے کون سی شرائط رکھیں؟
(۵) فتحِ مکہ کے بعد حضور ﷺ نے قریش کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

## ۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حضور ﷺ نے سن............. ہجری میں دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

(۲) آج تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب............................ ہو۔

(۳) جو بھی..............کے گھر میں پناہ لے گا، اسے معاف کر دیا جائے گا۔

(۴) یہ دنیا کی تاریخ میں ایک بے مثل.............. ہے۔

(۵) حق آگیا اور ............ مٹ گیا۔

## ۳- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
| --- | --- | --- |
| ۱- قبیلہ بنو خُزاعہ نے مسلمانوں کو حلیف بنایا۔ | | |
| ۲- حضور ﷺ نے ۸ھ میں مکہ فتح کیا۔ | | |
| ۳- جو بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ لے گا، اسے معاف کر دیا جائے گا۔ | | |
| ۴- جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے گا، اسے مارا جائے گا۔ | | |
| ۵- ابو سفیان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے مسلمان ہو گئے۔ | | |

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱۔ حضور ﷺ نے لشکر کو مکہ میں | اسے بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ |
| ۲۔ مسلمانوں کا لشکرِ جرّار بغیر | اس کو معاف کیا جائے گا۔ |
| ۳۔ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے گا | چاروں طرف سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ |
| ۴۔ جو شخص کعبہ میں پناہ لے گا | خون بہائے مکہ میں داخل ہوا۔ |

- فتحِ مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ الفاظ سیرت کی کتابوں سے دیکھ کر طلبہ وطالبات کو سنائیں۔

مرّ الظہران: مسجد فتح، جہاں پر حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقعے پر اپنے لشکر کو حکم فرمایا کہ ہر خیمے والا آگ کو روشن کرے۔

# ۲-غزوۂ حُنَین

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اسلامی تاریخ اور سیرت طیّبہ ﷺ کی روشنی میں غزوۂ حنین کے واقعے سے واقف ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- غزوۂ حُنین کے پس منظر اور نتائج کو تحریر کر سکیں گے اور حاصل شدہ سبق پر عمل کر سکیں گے۔

## غزوۂ حنین کا پس منظر اور واقعات:

مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان حُنین کے نام سے ایک وادی ہے۔ جہاں عرب کے دو مشہور جنگجو قبیلے بنو ہَوازن اور بنو ثَقِیف آباد تھے۔ اپنی جسمانی طاقت اور جنگی مہارت پر انھیں بہت ناز تھا۔ مسلمانوں نے جب مکہ کو فتح کر لیا اور قریشِ مکہ کی طاقت کو ختم کر دیا تو ان سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لیے تیاریاں کرنے لگے۔ حضور ﷺ کو ان کی جنگی تیاری اور نقل و حرکت کا علم ہوا، تو آپ

ﷺ نے تحقیقات کے لیے حضرت عبداللہ بن اَبی حَدرَد رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جب بنو ہوازن اور بنو ثقیف کے ناپاک ارادوں کی تصدیق ہو گئی تو آپ ﷺ نے ان کے خلاف کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ قبائل بنو ہوازن اور بنو ثقیف حُنین کے قریب وادیٔ اَوطاس میں خیمہ زن ہوئے۔ فتحِ مکّہ کے بعد حضور ﷺ بارہ ہزار کا لشکر لے کر ۸ھ کو مکہ مکرّمہ سے روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں دس ہزار کا وہ لشکر تھا جو فتحِ مکہ کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ تھا اور دو ہزار نو مسلم بھی جو فتحِ مکّہ کے موقعے پر مسلمان ہو گئے تھے وہ بھی لشکر کے ساتھ ہو گئے۔ یہ پہلا موقعہ تھا جس میں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد تھی، اس لیے کچھ مسلمان لوگوں کے لبوں پر بے ساختہ یہ بات آ گئی کہ جب ہم تھوڑے ہوتے تھے تب بھی ہم کامیاب ہوتے تھے اب تو ہماری تعداد بھی زیادہ ہے، اس لیے اس جنگ میں ہماری جیت یقینی ہو گی۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کے خلاف تھے اس کی وجہ سے کچھ دیر کے لیے مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے محروم ہو گئے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ۟ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ۟ (التوبہ: ۲۵-۲۶)

"اللہ تعالیٰ نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی ہے اور حُنین کے دن۔ جب تم کو اپنی کثرت پر غرور تھا تو وہ تمھارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی، اور لشکر جو تمھیں نظر نہیں آئے تھے اُتارے اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے"۔

کفار نے بڑی مہارت سے تیر اندازوں کو ٹیلوں اور گھاٹیوں کے پیچھے چھپا دیا تھا۔ انھوں نے اچانک مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ مسلمانوں کی اگلی صفیں اکھڑ گئیں، جن میں نو مسلم بھی تھے۔ اس بھگدڑ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور ان کے کچھ جاں نثار صحابہ ثابت قدم رہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مسلمانوں کو آواز دے۔ انھوں نے منتشر ہونے والے مسلمانوں کو آواز دی۔ یہ آواز سنتے ہی وہ سب واپس آ گئے۔ اس نازک موقع پر آپ ﷺ سواری سے اتر پڑے اور جلالِ نبوت میں فرما رہے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں اور یہ جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

**نتیجہ :** اس پر مسلمان پھر سنبھل گئے اور خود کو منظم کیا اور ایسی بے جگری کے ساتھ لڑے کہ کفار کو شکست ہوئی۔ ان کے لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور مسلمانوں کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ باقی بچے ہوئے لوگ قیدی بنے۔ قبیلہ بنو ہوازن کی درخواست پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے حصے کے قیدی آزاد کر دیے۔ آپ ﷺ کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے حصے کے قیدی آزاد کر دیے۔ حضور ﷺ اور مسلمانوں کے اس شاندار حسنِ سلوک کو دیکھ کر کافی کفار بھی مسلمان ہو گئے۔

اس سے ہمیں یہ پیغام ملا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف اپنے اوپر بھروسہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی بھی حال میں پسند نہیں ہے اور مشکلات و مصائب میں صبر واستقامت کا دامن چھوڑنا نہیں چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پر بھروسہ و کامل یقین رکھنا چاہیے۔

## سبق کا خلاصہ

- فتحِ مکہ کی عظیم الشان فتح اور قریشِ مکہ کی ناکامی اور شکست کو دیکھ کر وادیٔ حنین کے دو جنگجو قبیلے بنو ہوازن اور بنو ثقیف مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔
- حضور ﷺ بارہ ہزار کا لشکر لے کر ۸ھ میں ان کی سرکوبی کے لیے مکہ مکرّمہ سے روانہ ہوئے۔ حنین کے قریب گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں بالآخر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔
- کثرتِ تعداد کی وجہ سے مسلمان اللہ تعالیٰ پر توکل اور مدد سے غافل ہو گئے، جس کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے محروم ہو گئے۔

**سرگرمی برائے طلبہ وطالبات**

- طلبہ وطالبات کتاب میں دیے ہوئے نقشے کو سامنے رکھتے ہوئے حُنین کے مقام کا تعیّن کریں۔

## مشق

### ١- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(١) حضور ﷺ کو جب جنگجو قبیلوں کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے کس صحابی کو تحقیقات کے لیے بھیجا؟

(٢) غزوۂ حُنین میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی ؟

(٣) غزوۂ حُنین میں کچھ دیر کے لیے مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے کیوں محروم ہوئے ؟

(٤) حضور ﷺ نے قبیلہ بنو ہوازن کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

(٥) غزوہ حُنین سے ہمیں کیا پیغام ملتا ہے؟

### ٢- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(١) حُنین واقع ہے:

(الف) مدینہ مُنوّرہ اور تبوک کے درمیان
(ب) مکہ مکرّمہ اور طائف کے درمیان
(ج) بغداد اور صنعاء کے درمیان
(د) جدہ اور یمامہ کے درمیان

(٢) غزوۂ حنین واقع ہوا :

(الف) ۴ھ میں
(ب) ۶ھ میں
(ج) ۸ھ میں
(د) ۱۰ھ میں

(٣) غزوۂ حنین جن دو قبیلوں کے خلاف لڑا گیا، وہ ہیں:

(الف) بنو ہَوازن اور بنو ثَقیف
(ب) بنو قُریظہ اور بنو نَضیر
(ج) بنوہُذیل اور بنو کنانہ
(د) بنو تغلق اور بنو مصطلق

(۴) غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی تعداد تھی:

(الف) پانچ ہزار (ب) آٹھ ہزار (ج) دس ہزار (د) بارہ ہزار

(۵) بنوہوازن اور بنو ثقیف جس وادی میں خیمہ زن ہوئے، وہ ہے:

(الف) وادیِ اَوطاس (ب) وادیٔ حُنین

(ج) وادیِ ابی طالب (د) وادیٔ طائف

## ۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) میں نبی ہوں اور یہ.................نہیں۔

(۲) مسلمانوں کا اپنی کثرت پر بھروسہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور ............... کے خلاف تھا۔

(۳) غزوۂ حُنین کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں عبدالمطلب کا.............. ہوں۔

(۴) مسلمانوں کے لشکر میں دو ہزار ............ بھی ساتھ ہو گئے۔

(۵) قبائل بنوہوازن اور بنو ثقیف حنین کے قریب وادی............میں خیمہ زن ہوئے۔

## ۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- ''حُنین'' کے قریب وادیٔ ابی طالب ہے۔ | | |
| ۲- حضور ﷺ نے بنوہوازن اور بنو ثقیف کے خلاف کارروائی کی۔ | | |
| ۳- قبیلہ بنوہوازن کی درخواست پر حضور ﷺ نے اپنے حصے کے قیدی آزاد کیے۔ | | |
| ۴- وادی حُنین میں بنو قُریظہ اور بنو نضیر آباد تھے۔ | | |
| ۵- حضور ﷺ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ | | |

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
| --- | --- |
| ۱۔ کفار کے لشکر نے اچانک مسلمانوں پر | مسلمانوں کی بالآخر فتح ہوئی۔ |
| ۲۔ نبی کریم ﷺ نے تحقیقات کے لیے | قیدی بنے۔ |
| ۳۔ حُنین کے قریب گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں | تیروں کی بارش کر دی۔ |
| ۴۔ کفار کے کچھ بچے ہوئے لوگ | مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ |
| ۵۔ غزوۂ حُنین میں مسلمانوں کو بہت زیادہ | حضرت عبداللہ بن ابی حَدرَدْ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ |

**ہدایت برائے اساتذہ**

- طلبہ و طالبات کو حضور ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کے قصے سے آگاہ کیا جائے جو قید ہو کر آئی تھیں۔

وادئ حُنین، جس میں غزوۂ حُنین کے شہداء مدفون ہیں۔

# ۳۔ غزوۂ تبوک

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- تاریخِ اسلام کے اس اہم واقعے غزوۂ تبوک سے واقف ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- یہ بات بیان کر سکیں گے کہ سخت اور نامساعد حالات میں مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے کیسی بے مثال قربانیاں پیش کیں۔
- اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہنے کی کوشش کر سکیں گے۔

**غزوۂ تبوک کا پس منظر:** تبوک کا علاقہ مدینہ منورہ سے شمال کی طرف تقریباً ۵۰۰ کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ مسلمانوں کی مسلسل فتوحات اور خاص طور پر فتحِ مکہ اور غزوۂ حنین کی شاندار فتح کو دیکھ کر روم کے بادشاہ ہرقل کو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوف پیدا ہوا۔ اس نے مسلمانوں کی قوت وطاقت کو توڑنے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر تیار کرنا شروع کیا۔ ان کی اس تیاری کی خبر شام سے تاجروں کے ذریعے حضور ﷺ کو مل گئی۔ حضور ﷺ نے روم کے اس لشکر کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ یہ ۹ھ کا زمانہ تھا۔ سخت گرمی کا موسم تھا اور مسلمان فتحِ مکہ اور غزوۂ حُنین سے ابھی ابھی فارغ ہوئے تھے اور سب سے سخت آزمائش یہ کہ ان کی فصلیں پکنے اور کاٹنے کے قریب تھیں اور فاصلہ بھی بہت لمبا تھا۔ اسی وجہ سے قرآن مجید نے ان حالات کو "عُسرت" یعنی تنگی سے تعبیر کیا ہے۔ بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے تھی، اس لیے ایسے انتہائی سخت حالات میں بھی وہ نہ صرف تیار ہو گئے بلکہ تاریخِ اسلام کے بہت بڑے مالی ایثار کی بھی مثال پیش کی۔

**مسلمانوں کا تاریخی مالی ایثار:** جب حضور ﷺ نے مسلمانوں میں مالی جہاد کا اعلان کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ جس جس کو بھی اپنی سواری ہے وہ ساتھ لے، کیوں کہ فاصلہ بہت لمبا تھا۔ یہ بھی اعلان فرمایا کہ غزوہ کے اخراجات کے لیے مالی قربانی بھی پیش کریں۔ یہ اعلان سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا سامان لے کر آقا کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا آدھا سامان

پیش کر دیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، جو بہت زیادہ امیر تھے، انھوں نے نوسو اونٹ، ایک ہزار گھوڑے دو سو اوقیہ (ساڑھے انیتس کلو) چاندی اور ایک ہزار دینار اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیے۔ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بہت خوش ہوئے اور ان کی بہت تعریف فرمائی۔ ایک غریب صحابی حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ جو کنویں سے پانی کھینچ کر مزدوری میں چار کلو کھجوریں لے کر گزارہ کرتے تھے، انھوں نے ایک دن کی مزدوری میں جو کھجوریں ان کو ملیں، ان میں سے آدھی گھر والوں کو دے کر باقی سب اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ آپ نے حکم دیا کہ ان کھجوروں کو

مال کے سارے ڈھیر پر بکھیر دیا جائے۔ حضور ﷺ کے اس عمل سے اس صحابی رضی اللہ عنہ کا حوصلہ بہت بلند ہو گیا۔ یہ تو چند مثالیں تھیں ورنہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس مالی جہاد میں حصہ ڈالا۔ مسلمانوں کا تیس ہزار کا یہ عظیم لشکر تقریباً چودہ دنوں کے بعد تبوک کے میدان میں پہنچا۔ راستے میں سخت گرمی کی وجہ سے لشکر اور جانور بہت ہلکان ہوئے، لیکن حضور ﷺ کی بابرکت دعا سے بارش ہوئی، جس سے سارے مسلمان خوش ہو گئے۔ مسلمان بیس دن تک نصاریٰ کا انتظار کرتے رہے لیکن مسلمانوں کی ایسی جانفشانی اور جد وجہد کو دیکھ کر ان پر ایسا رعب طاری ہوا کہ انھوں نے جنگ کا ارادہ ہی ختم کر لیا۔ حضور ﷺ تقریباً پچاس دنوں کے بعد لشکر کو بغیر جنگ کیے فتحیاب ہو کر واپس مدینہ منوّرہ پہنچے۔ اس آمد کی مسلمانوں کو اتنی خوشی ہوئی کہ انھوں نے لشکر کا ویسا ہی استقبال کیا، جیسا انھوں نے حضور ﷺ کی ہجرت کے موقعے پر کیا تھا۔

**نتائج:** اس غزوہ سے اطراف کے تمام کفار کے دلوں پر مسلمانوں کی جانفشانی اور جد وجہد کی وجہ سے رعب طاری ہو گیا، آس پاس کے کچھ قبیلوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔ اس غزوہ سے مسلمانوں کے حوصلے اور بلند ہو گئے۔

## سبق کا خلاصہ

- روم کے بادشاہ نے جب مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت و قوت کو دیکھا تو اس نے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کرنا شروع کیا۔
- ۹ھ میں حضور ﷺ نے تیس ہزار کا لشکر لے کر مدینے سے ۵۰۰ کلو میٹر دور تبوک میں بیس دن تک پڑاؤ ڈالا۔
- مسلمانوں کی ایسی جانفشانی اور جذبۂ جہاد کو دیکھ کر شہنشاہِ روم کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ مقابلہ کو نہ آسکا۔
- جنگ کیے بغیر مسلمان ۵۰ دنوں کے بعد مدینہ منورہ فتح یاب ہو کر لوٹے۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- اس سبق کے مطابق طلبہ و طالبات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دین کے لیے کی گئی مالی قربانیوں کی مثال پیش کریں۔

# مشق

## ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) تبوک کہاں واقع ہے؟

(۲) غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کا مقابلہ کن کے ساتھ تھا؟

(۳) اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی؟

(۴) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں کتنا مالی ایثار کیا؟

(۵) غزوۂ تبوک میں جنگ کی نوبت کیوں نہ آئی؟

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر مدینہ منورہ میں امیر کس کو مقرر فرمایا؟

## ۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس لشکر کے خلاف جہاد کیا وہ تعلق رکھتا تھا:

(الف) شام سے (ب) روم سے (ج) یمن سے (د) عراق سے

(۲) دو سو اوقیہ کا مطلب ہے:

(الف) ساڑھے انیس کلو (ب) ساڑھے انیتس کلو

(ج) ساڑھے انتالیس کلو (د) ساڑھے انچاس کلو

(۳) تبوک کا علاقہ مدینہ منوّرہ سے دور ہے:

(الف) تین سو کلو میٹر (ب) چار سو کلو میٹر

(ج) پانچ سو کلو میٹر (د) چھ سو کلو میٹر

(۴) لفظ ”عُسرَتُ“ کے معنی ہیں:

(الف) ایثار (ب) محبت (ج) عجلت (د) تنگی

## ۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) غزوۂ تبوک سے مسلمانوں کے ............. اور بلند ہو گئے۔

(۲) سخت آزمائش و مشکل حالات کی وجہ سے قرآن مجید نے ان حالات کو ............. سے تعبیر کیا ہے۔

(۳) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا ............. لے کر آقا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا ............. سامان پیش کر دیا۔

(۵) مسلمانوں کا یہ عظیم لشکر تقریباً ............. دنوں کے بعد تبوک کے میدان میں پہنچا۔

## ۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- تبوک کا علاقہ مدینے سے تقریباً ۷۰۰ کلو میٹر کی مسافت پر ہے۔ | | |
| ۲- غزوۂ تبوک سن ۹ ہجری میں واقع ہوا۔ | | |
| ۳- روم کے بادشاہ ہرقل کو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوف پیدا ہوا۔ | | |
| ۴- غزوہ تبوک میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ | | |
| ۵- مسلمان ۲۰ دن تک نصاریٰ کا انتظار کرتے رہے۔ | | |

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
| --- | --- |
| ۱- تبوک کا علاقہ مدینے سے تقریباً | بیس دن تک نصاریٰ کا انتظار کرتے رہے ۔ |
| ۲- تبوک کے میدان میں مسلمان | آدھی کھجوریں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ |
| ۳- راستے میں سخت گرمی کی وجہ سے | لشکر اور جانور بہت ہلکان ہوئے۔ |
| ۴- حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے مزدوری کی | ۵۰۰ کلو میٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ |

ہدایت برائے اساتذہ

- غزوۂ تبوک کے عنوان پر طلبہ و طالبات کا مباحثہ کروائیں۔

تبوک (شام) میں موجود ایک میڈیکل اور انجنیئرنگ یونیورسٹی کا خوبصورت منظر۔

# ۴- خُطبۂ حِجّۃُ الْوَدَاع

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضور ﷺ کے خطبۂ حجتہ الوداع کے بارے میں معلومات حاصل کر کے تحریر کر سکیں گے۔
- خطبۂ حجتہ الوداع کی تعلیمات کو بیان کر سکیں گے اور اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں گے۔

**خطبۂ حِجّۃ الوداع کا پس منظر:** فتح مکہ کے بعد خانۂ کعبہ کو بتوں اور مشرکانہ رسومات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کیا جا چکا تھا اور حضور ﷺ نے اپنے آخری غزوہ کے نتیجے میں اسلام کے مخالف اندرونی اور بیرونی طاقتوں کو سرنگوں کر لیا۔ اسی طرح مسلمانوں کو زندگی گزارنے کا ایک مکمل نظام عطا کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اسلام ادا کرنے کے رکن حج کے لیے ۱۰ھ میں حج کا ارادہ فرمایا۔

یہ خبر لوگوں میں عام ہو گئی اور ہر طرف سے جان نثاروں نے چاہا کہ وہ حضور ﷺ کی قیادت میں حج کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ ہر طرف سے لوگ فوج در فوج حج کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام اس عظیم سعادت کو حاصل کرنے کے لیے جمع ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے قربانی کے لیے اونٹ اپنے ساتھ لیے۔ ۲۶ ذیقعدہ کو آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ ۱۰ کلومیٹر دور ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ نے احرام کی نیت کی۔ ۴ ذی الحجہ کو آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ جب حضور ﷺ کی کعبہ پر نظر پڑی تو بے اختیار فرمایا: "اے اللہ! اس گھر کو اور زیادہ عزت و شرف عطا فرما"۔ کعبہ کا طواف کیا، مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھیں۔ ۸ ذی الحجہ کو آپ ﷺ منیٰ تشریف لائے اور رات وہاں گزاری اور اگلے دن ۹ ذی الحجہ کو فجر کی نماز پڑھ کر اپنی اونٹنی قَصواء پر عرفات کے میدان میں تشریف لے گئے۔ یہ حضور ﷺ کا آخری حج تھا۔ اس لیے اس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔
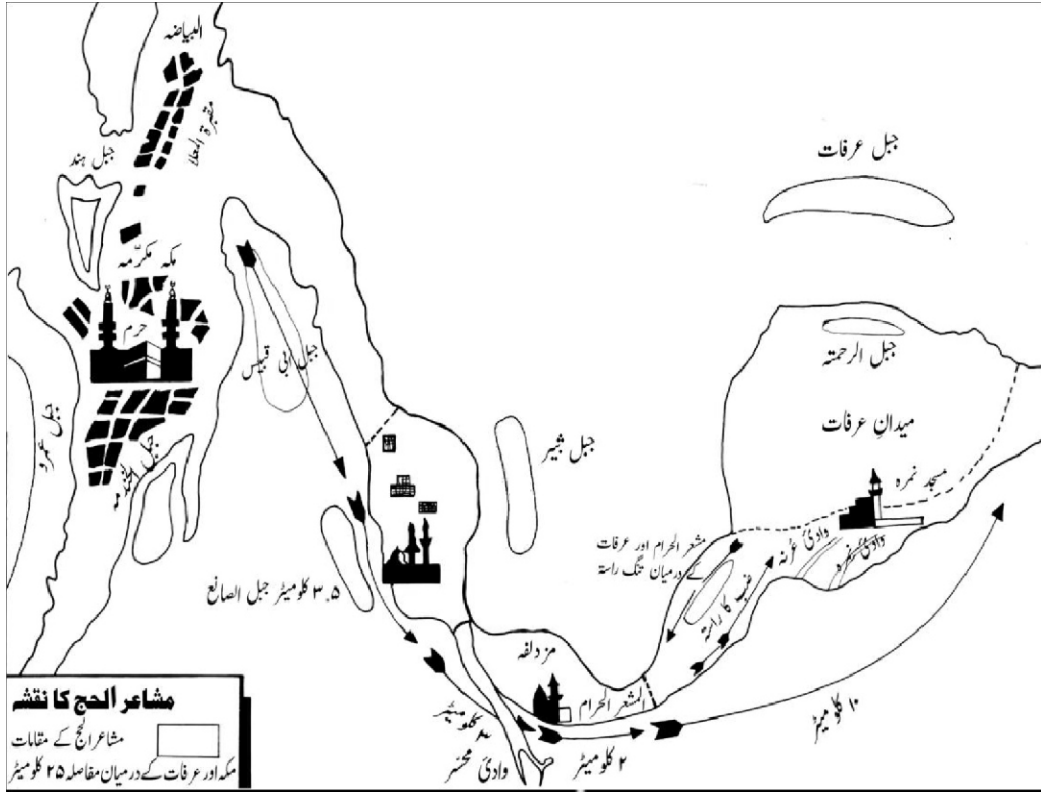
**خطبۂ حجۃ الوداع کے کچھ اہم نکات:** حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ آخری خطبہ تاریخِ انسانی میں حقوق العباد کا ایک اہم منشور ہے، جس سے آنے والے دنوں میں دنیا کی جدید تہذیب اور ثقافت پر نمایاں اثرات مرتب ہوئے۔ اس لیے یہ خطبہ انسانی حقوق کا عظیم الشان منشور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس خطبہ میں انسانیت کو جو اہم تعلیمات دی ہیں۔ ان میں سے کچھ اہم نکات حسبِ ذیل ہیں:

- لوگو! میری باتیں غور سے سنو۔ ہو سکتا ہے کہ اس سال کے بعد میں دوبارہ آپ سے یہاں نہ مل سکوں۔
- یہ بات غور سے سن لو کہ تم سب اللہ کے بندے ہو اور آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔
- سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح قابلِ احترام ہیں جس طرح یہ شہرِ مکہ اور یہ مہینہ ذی الحجہ اور یہ آج کا دن یعنی عرفہ کا دن۔

- دورِ جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیے گئے ہیں اور میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے سود کو ختم کرتا ہوں۔
- عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تمھارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔
- تمھارے اوپر تمھارے غلاموں کے حقوق ہیں۔ جو تم خود کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ اور جو تم خود پہنو ان کو بھی پہناؤ۔ ان کے اوپر کام کا بوجھ نہ ڈالو اور ان کے کام میں ہاتھ بٹاؤ۔
- نماز کا خیال رکھنا، رمضان کے روزے رکھنا، مال کی زکوٰۃ خوش دلی سے ادا کرنا، اپنے رب کے گھر کا حج کرنا۔
- قرض ادا کرنا، ادھار لی ہوئی چیز اس کے مالک کو واپس کرنا۔
- اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو وراثت میں اس کا حق دے دیا ہے، اب کسی کے لیے وراثت میں وصیت کرنا جائز نہیں۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ جو لوگ یہاں موجود نہیں، میرا یہ پیغام ان تک پہنچاؤ۔ آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے آپ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا؟ تو لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا: آپ نے نہ صرف پیغام پہنچایا، بلکہ پیغام پہنچانے کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: ”اے اللہ گواہ رہنا“۔ اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (المائدہ: ۳)

”آج ہم نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا“۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے باقی احکام ادا کیے۔

ہمیں اس سبق سے یہ پیغام ملا کہ ہم خطبہ حجۃ الوداع کی اہم تعلیمات/نکات پر روزمرہ کی زندگی میں عمل کرنے کی کوشش کریں، تاکہ ہمارا معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔

## سبق کا خلاصہ

- حضور ﷺ نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع ادا کیا۔
- حجۃ الوداع کے موقعہ پر تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام کا مجمع آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔
- اس موقعہ پر حضور ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہوا۔
- خطبۂ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا ایک عظیم الشان منشور ہے۔
- خطبۂ حجۃ الوداع میں ایک اہم نکتہ یہ فرمایا: تم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہو، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی کالے کو گورے پر کسی گورے کو کالے پر فوقیت نہیں۔

**سرگرمی برائے طلبہ وطالبات**

- طلبہ وطالبات ایک دوسرے کو خطبۂ حجۃ الوداع کے اہم نکات پڑھ کر سنائیں۔

## مشق

### ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضور ﷺ کے اس حج کو ''حجۃ الوداع'' کیوں کہا جاتا ہے؟

(۲) حجۃ الوداع کون سے سن ہجری میں ہوا؟

(۳) حضور ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر غلاموں کے حقوق کے بارے میں کیا فرمایا؟

(۴) خطبۂ حجۃ الوداع کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟

(۵) رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں کے بارے میں کیا فرمایا؟

## ۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حجتہ الوداع میں صحابہ کرام کی تعداد تھی:

(الف) ایک لاکھ (ب) سوالاکھ (ج) ڈیڑھ لاکھ (د) دو لاکھ

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا:

(الف) ۶ھ میں (ب) ۷ھ میں
(ج) ۹ھ میں (د) ۱۰ھ میں

(۳) حج کی سعادت ذی الحجہ کے مہینے میں ادا کی جاتی ہے:

(الف) ۴ ذی الحجہ کو (ب) ۸ ذی الحجہ کو
(ج) ۹ ذی الحجہ کو (د) ۱۰ ذی الحجہ کو

(۴) دورانِ خطبۂ حجتہ الوداع حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دورِ جاہلیت کی جس بات کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا وہ ہے:

(الف) قرض (ب) سود (ج) وراثت (د) سفارش

## ۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) ۸ ذی الحجہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم .......... میں تشریف لائے۔

(۲) ۹ ذی الحجہ کو فجر کی نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اونٹنی قَصْواء پر ............ کے میدان میں تشریف لے گئے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دورِ جاہلیت کے تمام............ ختم کر دیے گئے ہیں۔

(۴) خطبۂ حجتہ الوداع انسانی حقوق کا عظیم الشان............ہے۔

## ۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
| --- | --- | --- |
| ۱۔ تقریباً دس لاکھ صحابہ کرام حج کے لیے جمع ہو گئے۔ | | |
| ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطبہ انسانی تاریخ میں حقوق العباد کا ایک اہم منشور ہے۔ | | |
| ۳۔ قرض خواہ کو قرض ادا نہ کرنا۔ | | |
| ۴۔ ادھار لی ہوئی چیز اس کے مالک کو واپس کرنا۔ | | |

## ۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
| --- | --- |
| ۱۔ سب مسلمان آپس میں | ادھار لی ہوئی چیز اس کے مالک کو واپس کرنا۔ |
| ۲۔ تمھارے اوپر تمھارے غلاموں | رمضان کے روزے رکھنا۔ |
| ۳۔ قرض ادا کرنا، | بھائی بھائی ہیں۔ |
| ۴۔ نماز کا خیال رکھنا، | حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ |
| ۵۔ تم سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور | کے حقوق ہیں۔ |

**ہدایت برائے اساتذہ**

- طلبہ وطالبات کو 'عربی' اور 'عجمی' لفظ کے معنی واضح کر کے بیان کریں۔

# ۵- وِصال

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے آخری ایام اور لمحات کے بارے میں بیان کر سکیں گے۔
- پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے آخری ایام اور لمحات کے بارے میں جان کر تحریر کر سکیں گے۔
- دنیا فانی ہے، آخرت کی تیاری کے لیے اچھے اعمال کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کا مقصد کفر اور شرک کو مٹا کر اللہ تعالیٰ کے دین کو عملی طور پر قائم کرنا تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ (الصف:۹)

''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے''۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ مکمل ہوا۔ دین سارے جزیرۂ عرب میں غالب آگیا۔ ایک نبی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپا ہوا کام مکمل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اندازہ ہو گیا تھا۔ جس کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ اور دیگر احادیث میں کر دیا تھا۔

**بیماری کا آغاز:** حجۃ الوداع سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اوائلِ صفر سن ۱۱ ہجری میں جبلِ اُحد کی طرف تشریف لے گئے اور شہدائے اُحد کے لیے دعا فرمائی۔ واپس آ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

''میں اللہ کی طرف سے تم لوگوں کے لیے پیغام پہنچانے والا ہوں، تم پر گواہ ہوں۔ رب کی قسم! جس نے پیدا کیا ہے، میں اس وقت اپنا حوض کوثر دیکھ رہا ہوں اور مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، بلکہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ دنیا طلبی میں باہم مقابلہ کرو گے''۔

۲۹ صفر ۱۱ھ پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک جنازے میں بقیع الغرقد قبرستان تشریف لے گئے۔

واپسی پر راستے میں ہی دردِ سر شروع ہو گیا اور جسم میں حرارت محسوس کی۔ یہ آپ ﷺ کے وصال کا آغاز تھا۔ بیماری کی حالت میں سخت تکلیف کے باوجود آپ ﷺ مسجد میں جا کر نمازوں کی امامت کرواتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مرض نے شدت اختیار کی تو آپ ﷺ دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے اجازت لے کر اُمّ المؤمنین حضرت بی بی عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں منتقل ہو گئے۔ آخری تین دن آپ ﷺ شدید بیمار ہو گئے تو آپ ﷺ نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہیں کہ نماز کی امامت کرائے۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ انتہائی نرم دل آدمی ہیں، آپ کی جگہ کھڑے نہیں ہو سکیں گے، لیکن آپ ﷺ کے اصرار کے بعد تین دن تک نماز کی امامت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کرائی۔

ایک دن حضورِ اکرم ﷺ کی طبیعت ذرا بہتر ہوئی تو آپ ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، انھوں نے آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے، مگر حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا اشارہ فرمایا اور آپ ﷺ نے ان کے پہلو میں بیٹھ کر نمازِ ظہر پڑھائی۔

نماز کے بعد حضور ﷺ نے ایک خطبہ دیا، جو آپ کی زندگی کا آخری خطبہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے، اس کو قبول کرے۔ مگر اس بندے نے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس والی چیزیں قبول کیں"۔

اس تقریر میں حضور ﷺ نے دیگر ارشادات بھی فرمائے۔

**وِصال:** وصال سے ایک دن پہلے بروز اتوار سخت تکلیف کے دوران آپ ﷺ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ ﷺ نے کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دو۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کے روز دوپہر یا سہ پہر کے وقت حضور ﷺ نے اچھی طرح مسواک کی۔ مسواک سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے یہ الفاظ مبارک فرمائے:

"ان انبیاء، صدّیقین، شہداء اور صالحین کے ہمراہ، جنھیں تو نے انعام سے نوازا۔ اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ میں پہنچا دے۔ اے اللہ! رفیقِ اعلیٰ"۔

آخری فقرہ حضور ﷺ نے تین بار دہرایا۔ اسی وقت آپ ﷺ کا اس دنیا سے وصال ہو گیا۔

حضور اکرم ﷺ کی وصال کے وقت عمر تریسٹھ سال تھی۔ یہ دنیا کی تاریخ کا بہت بڑا تکلیف دہ وصال تھا۔ جب آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم تک یہ اطلاع پہنچی تو بہت ساروں کو آپ ﷺ کے وصال کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محبت کے جذبات میں یہاں تک کہہ دیا کہ جو یہ کہے گا کہ حضور ﷺ وصال کر گئے ہیں تو میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آکر ان کو سمجھایا اور قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

ترجمہ: "اور محمد (ﷺ) صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں، سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے؟" (آل عمران: ۱۴۴)

آپ ﷺ کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا، جہاں اس وقت آپ ﷺ کا روضۂ مبارک ہے۔

ہمیں اس سبق سے یہ پیغام ملا کہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور دنیا فانی ہے۔ لہٰذا ہمیں آخرت کے لیے تیاری کرنی چاہیے۔ جس کے اعمال اچھے ہوں گے، وہ آخرت میں کامیاب ہو گا اور جس کے اعمال برے ہوں گے، وہ آخرت میں ناکام ہو گا۔

## سبق کا خلاصہ

- حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد کفر و شرک کو مٹا کر اللہ تعالیٰ کے دین کو عملی طور پر قائم کرنا تھا۔
- اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ مکمل ہوا اور دین سارے جزیرۃ العرب میں غالب آگیا۔
- حجۃ الوداع کے بعد حضور ﷺ اپنا زیادہ وقت عبادتِ الٰہی میں گزارنے لگے۔
- صفر کے مہینے کے آخری دنوں میں حضور اکرم ﷺ بیمار ہو گئے۔
- حضور ﷺ نے بیماری کے دوران نماز کی امامت کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔
- ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو دوپہر یا سہ پہر کے وقت حضور ﷺ کا اس دنیا سے وصال ہو گیا۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- طلبہ و طالبات قرآن مجید کی یہ آیت " هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝" باترجمہ خوشخطی سے اپنی اپنی کاپیوں میں لکھیں۔

# مشق

## ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد کیا تھا؟

(۲) حضور ﷺ کی سخت بیماری کے دنوں میں نماز کی امامت کس نے کروائی؟

(۳) بیماری کے دوران مسجد میں آکر حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے خطاب میں کیا فرمایا؟

(۴) حضور ﷺ کا وصال کون سے سن ہجری میں ہوا؟

(۵) رسول اللہ ﷺ نے وصال کے وقت مسواک طلب کرنے کے بعد کیا فرمایا؟

## ۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) صفر کے مہینے کے آخری دنوں میں آپ ﷺ ............. قبرستان چلے گئے۔

(۲) حضور ﷺ کی بیماری کے دوران تین دن تک نماز کی امامت حضرت...............نے کی۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا...............دوپہر یا سہ پہر کے وقت ہوا۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محبت کے جذبات میں کہا کہ جو شخص حضور ﷺ وصال فرما گئے ہیں تو میں اس کے ............. کاٹ دوں گا۔

(۵) حضور ﷺ کو.........کے حجرے میں دفن کیا گیا۔

۳۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱۔ دین سارے جزیرۂ عرب میں غالب نہیں آیا۔ | | |
| ۲۔ حضور ﷺ نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لیے کہیں۔ | | |
| ۳۔ حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ | | |
| ۴۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوپہر یا سہ پہر کے وقت حضور ﷺ کا وصال ہوا ۔ | | |

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کے روز دوپہر یا سہ پہر | شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے ؟ |
| ۲۔ بہت سارے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو | بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا |
| ۳۔ وصال کے وقت حضور ﷺ کی | آپ ﷺ کے وصال کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ |
| ۴۔ سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ | کے وقت حضور ﷺ نے وصال فرمایا۔ |
| ۵۔ حضور ﷺ کو وصال کے بعد | عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔ |

- حضورِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے غم کی کیفیت دور کرنے کے لیے جو خطاب فرمایا وہ پورا طلبہ وطالبات کے سامنے بیان کریں۔

# اخلاق و آداب

اسلام اپنی تعلیم و تربیت کے ذریعے لوگوں میں اور خاص طور پر اپنے ماننے والوں میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے پیغمبروں کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ انسانوں کو افراط و تفریط سے بچاتے ہوئے اچھے انسانی اخلاق کا مجسمہ بنادیں۔ ان اعلیٰ اخلاق و آداب میں سے چند نہایت اہم اسباق مثلاً "سخاوت کی فضیلت اور بخل کی مذمت"، "میانہ روی"، "مساوات"، "محنت کی عظمت"، "ماحول کی آلودگی اور اسلامی تعلیمات" اور "حقوق العباد" (رشتہ دار، مہمان اور مریض) اس باب میں دیے جا رہے ہیں۔

اس باب کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات میں اعلیٰ انسانی اخلاق و آداب کے بارے میں شعور پیدا ہوگا اور ان میں یہ جذبہ پیدا ہوگا کہ ان اعلیٰ اخلاق و آداب کو اپنی زندگی میں اپنائیں تاکہ وہ باعمل مسلمان ہو کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں اور معاشرے کے اچھے شہری بن سکیں۔

# ۱۔ سخاوت کی فضیلت اور بُخل کی مذمت

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- سخاوت اور بخل کے مفہوم سے آگاہ ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- سخاوت کے فوائد اور بخل کے نقصانات تحریر کر سکیں گے۔
- روزمرہ کی زندگی میں سخاوت پر عمل کرنے اور بخل سے بچنے کی کوشش کر سکیں گے۔

**سخاوت کے معنی اور مفہوم:** سخاوت کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حاجتمندوں کی حاجت پوری کرنا۔ یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ سخاوت کا مفہوم صرف مالی قربانی تک محدود نہیں ہے، بلکہ اپنی ہر قسم کی صلاحیتوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا بھی ''سخاوت'' ہے۔

**سخاوت کی فضیلت و اہمیت:** اسلام لوگوں میں سخاوت کی اعلیٰ انسانی قدر پیدا کرنے پر بہت زور دیتا ہے۔ سخاوت پر بڑے اجر وثواب کی خوشخبری سناتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا اہم ذریعہ بتلاتا ہے۔ سخاوت کو اللہ تعالیٰ اپنے اوپر قرض قرار دیتا ہے جو بڑھا کر واپس دیا جائے گا، سخاوت کو اللہ تعالیٰ تزکیۂ نفس کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ ایک جگہ مومنوں کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں آیا ہے:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرہ:۳)

اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

سخاوت کو قرض قرار دیتے ہوئے قرآن مجید میں فرمانِ الٰہی ہے:

''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے تو وہ اس کو اس سے دگنا ادا کرے اور اس کے لیے عزت کا صلہ ہے''۔ (الحدید:۱۱)

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں، خرچ نہ کروگے کبھی نیکی حاصل نہ کرسکوگے"۔(آل عمران: ۹۲)

یعنی نیکی تب حاصل ہو سکتی ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اچھی چیز خرچ کرے کیوں کہ بیکار پڑی ہوئی چیز تو کسی کام کی نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد باری ہے:

"جو اپنا مال خرچ کرتا ہے تا کہ اس کا نفس پاک ہو جائے"۔(الیل:۱۸)

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے انسان کا نفس پاک ہوتا ہے۔

سخاوت کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"سخی شخص اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے، جنت کے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دور ہوتا ہے"۔

**سخاوت اور حضور اکرم ﷺ:** حضور اکرم ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ سخاوت کی شاندار مثال ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ دنیا کے سب سے بڑے سخی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وِصال کے وقت اپنے پیچھے کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی سائل کو نہیں دھتکارا اور نہ ہی اس کو مایوس لوٹایا۔ اپنا سارا مال ضرورتمندوں اور حاجتمندوں پر خرچ کر دیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ " اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا بھی سونا ہوتا تو مجھے خوشی اس وقت ہوتی جب میں تین دن کے اندر حاجتمندوں میں اس کو خرچ کر دیتا"۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک بکری ذبح کی اور اس کا سارا گوشت اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ "جو گوشت تقسیم کیا گیا، وہی درحقیقت باقی رہنے والا ہے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "صرف دو قسم کے آدمیوں کے ساتھ رشک کیا جانا چاہیے، ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے اور وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر رہا ہے، اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے نوازا ہے اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے"۔

حضور ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی سخاوت کے پیکر بن گئے تھے۔ انھوں نے بھی دکھی انسانیت کی خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان کی سخاوت کے واقعات غزوۂ تبوک اور دیگر واقعات سے ظاہر ہیں۔

**سخاوت کے فوائد:** سخاوت کے چند فوائد یہ ہیں:

- سخاوت کرنے سے اللہ تعالی کی محبت اور رضا حاصل ہوتی ہے۔
- سخاوت کرنے سے لوگ بھی محبت کرتے ہیں۔
- سخاوت کرنے سے دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔
- سخاوت کرنے سے برے اخلاق مثلاً: حسد اور تکبر جیسی عادات سے نجات ملتی ہے۔
- سخاوت کے ذریعے غریبوں اور مسکینوں سے محبت حاصل ہوتی ہے۔

**بخل کی مذمت:** بخل سخاوت کی ضد ہے۔ بخل کہتے ہیں کہ ایک آدمی وسائل رکھتے ہوئے بھی اپنی اور محتاجوں کی جائز ضروریات پر خرچ نہ کرے۔ بخل ایک منفی رویہ ہے جس سے معاشرہ میں نفرت، حسد اور بغض جیسی معاشرتی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ قرآن وحدیث میں بخل کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ کافروں کی صفات بیان کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے:

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ (الھمزہ: ۲-۳)

"جو مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے۔ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہوگا"۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ "مومن بخیل نہیں ہوسکتا"۔

اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالی کسی کو زیادہ مال دے کر آزماتا ہے تو کسی کو کم دے کر۔ اگر اللہ تعالی نے کسی کو مال و دولت سے نوازا ہے تو اسے صرف اپنی ذاتی ضرورتوں پر خرچ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے سخاوت اختیار کرنی چاہیے اور اگر کسی کے پاس مال و دولت نہیں ہے تو اسے قناعت کی زندگی اختیار کرنی چاہیے۔ مال و دولت اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کا صحیح شکر یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاجتمندوں پر خرچ کرنی چاہیے۔ بخل اختیار کرنا اللہ تعالی کی نعمت کی ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ سخی سے محبت کرتا ہے اور بخیل کو ناپسند کرتا ہے۔

**بخل کے نقصانات:** بخل کے چند نقصانات یہ ہیں:

- بخل کرنے سے اللہ تعالی ناراض ہوتا ہے۔
- بخل کرنے سے لوگوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔
- بخیل شخص ذہنی طور پر پریشان رہتا ہے۔

## سبق کا خلاصہ

- سخاوت ایک اعلیٰ انسانی قدر ہے اور بخل ایک منفی رویہ ہے۔
- اسلام اپنی تعلیمات میں سخاوت پر بہت زور دیتا ہے اور بخل سے منع کرتا ہے۔
- سخاوت سے معاشرہ میں امن و سکون اور محبت و آشتی کی فضا عام ہوتی ہے جبکہ بخل سے بدامنی اور نفرت و حسد جیسی معاشرتی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- طلبہ و طالبات سخاوت کے معاشرتی فوائد اور بخل کے معاشرتی نقصانات کا چارٹ بنائیں۔

## مشق

**۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔**

(۱) سخاوت کے معنی اور مفہوم بیان کریں۔
(۲) سخاوت اختیار کرنے کے کوئی بھی تین معاشرتی فوائد بیان کریں۔
(۳) سخاوت کے بارے میں قرآن مجید کی کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ بتائیں۔
(۴) سخاوت کے بارے میں کوئی حدیث بتائیں۔
(۵) حضور ﷺ نے کن دو آدمیوں کے ساتھ رشک کرنے کے لیے کہا ہے؟

**۲- خالی جگہیں پُر کریں۔**

(۱) بخل اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے نعمت کی.............ہے۔
(۲) اللہ تعالیٰ سخی سے.............کرتا ہے۔

(۳) وسائل رکھتے ہوئے بھی اپنی اور محتاجوں کی جائز ضروریات پر خرچ نہ کرنے کو.......... کہتے ہیں۔

(۴) سخاوت کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے........................ کی حاجت کو پورا کرنا۔

(۵) اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو زیادہ مال دے کر............ ہے تو کسی کو کم دے کر۔

## ۳- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- بخل اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ | | |
| ۲- حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیّبہ سخاوت کی شاندار مثال ہے۔ | | |
| ۳- بخل ایک مثبت رویہ ہے۔ | | |
| ۴- قرآن وحدیث میں سخاوت کی تعریف کی گئی ہے۔ | | |
| ۵- اللہ تعالیٰ سخی سے محبت کرتا ہے۔ | | |

## ۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱۔ اگر کسی کے پاس مال ودولت نہیں ہے | اپنے پیچھے کوئی درہم ودینار نہیں چھوڑا۔ |
| ۲۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو گوشت تقسیم | قرض قرار دیتا ہے جو بڑھا کر واپس کر دیا جائے گا۔ |
| ۳۔ حضور ﷺ نے وِصال کے وقت | تزکیۂ نفس کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ |
| ۴۔ سخاوت کو اللہ تعالیٰ اپنے اوپر | کیا گیا وہی درحقیقت باقی رہنے والا ہے۔ |
| ۵۔ سخاوت کو اللہ تعالیٰ | تو اسے قناعت کی زندگی اختیار کرنی چاہیے۔ |

**ہدایت برائے اساتذہ**

- حضورِ اکرم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر کیے ہوئے سخاوت کے چند واقعات طلبہ وطالبات کے سامنے بیان کریں۔

# ۲- میانہ روی

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- میانہ روی کے مفہوم کو سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- میانہ روی والی صفت کو اپنی زندگی میں اپنا سکیں گے۔

**میانہ روی کے معنی اور مفہوم:** "میانہ روی" فارسی لفظ ہے، عربی میں اس کو "اعتدال" کہتے ہیں۔

میانہ روی کے لفظی معنی ہیں درمیانہ روش یا چال۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی روش کو اپنایا جائے۔

**میانہ روی کی اہمیت:** میانہ روی دراصل پُرمسرت اور کامیاب زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے۔ زندگی کے کسی بھی معاملے میں افراط و تفریط سے کوئی بھی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ اسلام زندگی کے اس اہم اصول کی اہمیت واضح کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اسے اپنانے کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں تو اُمّتِ مسلمہ کا نام ہی اُمّتِ وَسَطْ (اعتدال والی) اُمّت بتایا گیا ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (البقرہ:۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ معتدل بنایا ہے"۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلی اقوام زندگی کے مختلف شعبوں میں افراط و تفریط کا شکار ہو گئیں۔ انھوں نے عقائد، عبادات، معاشرتی اور معاشی زندگی میں افراط و تفریط کی روش اپنا کر وہ فطرت کی راہ سے دور ہو گئیں۔ اسلام نے اس افراط و تفریط کو ختم کرتے ہوئے میانہ روی کی فطری تعلیم کو پھر سے ابھارا۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں میانہ روی کو مندرجہ ذیل تین دائروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

**مذہب میں میانہ روی:** اسلام کے جتنے بھی بنیادی عقائد ہیں، ان میں میانہ روی کی روح شامل ہے۔ اسلام کی تمام تر عبادات میں میانہ روی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ حضور ﷺ کے دور میں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں

عبادت میں افراط کی راہ اختیار کرنے کا سوچا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات نماز پڑھوں گا۔ ایک نے کہا کہ میں دن کو روزے رکھوں گا اور ایک نے کہا کہ میں شادی نہیں کروں گا۔ اس کی خبر جب حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " خبردار! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیا ہے"۔ اس طرح آپ ﷺ نے میانہ روی کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل وہ ہے جو مستقل اختیار کیا جائے، چاہے تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو"۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

**معاشرت میں میانہ روی:** معاشرت میں میانہ روی کا مطلب یہ ہے کہ اٹھنے بیٹھنے اور زندگی گزارنے کے مختلف پہلوؤں میں اعتدال کی روش اختیار کی جائے۔ گفتگو کرتے ہوئے اونچے اور سخت لہجے میں یا بالکل ہی دھیمی آواز سے بات کرنے کے بجائے معتدل انداز سے گفتگو کرنی چاہیے۔ اسی طرح کھانے پینے میں نہ زیادہ کھانا چاہیے اور نہ اتنا کم کہ آدمی کمزور ہو جائے۔ پیدل چلنے اور گاڑی چلانے میں بھی میانہ روی سے کام لیا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (لقمان:۱۹)

"اور اپنی چال میں اعتدال کیے رہنا اور اپنی آواز کو پست کیجیے"۔

میانہ روی کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ

جو میانہ روی اختیار کرے گا، وہ محتاج نہ ہوگا۔

**معیشت میں میانہ روی:** روزمرہ زندگی کے ذاتی اخراجات ہوں، یا گھریلو اخراجات، سب میں خرچ کرتے ہوئے نہ اسراف سے کام لیا جائے اور نہ ہی بخل سے بلکہ درمیانی راہ اپنائی جائے۔ مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: "اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اُڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ۔ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم"۔ (الفرقان: ٦٧)

صدقہ و خیرات میں نہ بخل سے کام لیا جائے اور نہ ہی اپنے بال بچوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سارے کا سارا مال خرچ کیا جائے یہاں تک کہ قرض لینے کی نوبت آ جائے۔ ایک اور جگہ قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے:

ترجمہ: "اور اپنے ہاتھ کو نہ تو بہت تنگ کر لو اور نہ بالکل کھول ہی رکھو کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ"۔ (بنی اسرائیل: ۲۹)

**میانہ روی کے فوائد:** میانہ روی کے چند فوائد یہ ہیں:

- میانہ روی اختیار کرنے سے آدمی کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔
- میانہ روی اختیار کرنے سے مستقل مزاجی پیدا ہوتی ہے۔
- میانہ روی اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت حاصل ہوتی ہے اور انسان اپنی زندگی رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔
- میانہ روی انسان کو سکونِ قلبی اور اطمینانِ نفس سے سرشار کرتی ہے۔
- میانہ روی اپنانے سے معاشرہ افراتفری، خانہ جنگی اور مفلوک الحالی سے بچ جاتا ہے۔
- میانہ روی اختیار کرنے سے ملک و ملت کی معاشرتی، معاشی، سماجی اور تمدنی ترقی ہوتی ہے۔

ہمیں ان تعلیمات سے یہ پیغام ملتا ہے کہ ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں میانہ روی اور اعتدال سے کام لینا چاہیے تاکہ پُر مسرت اور کامیاب زندگی بسر کر سکیں اور معاشرہ میں بھی امن و سکون اور ترقی و خوشحالی پیدا ہو سکے۔

## سبق کا خلاصہ

- میانہ روی اعتدال کو کہتے ہیں۔ اسلام زندگی کے تمام معاملات میں میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔
- میانہ روی سے زندگی پُرمُسرت اور کامیاب بن جاتی ہے۔ اس سے معاشرہ میں امن و سکون اور ترقی و خوشحالی پیدا ہوتی ہے۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- طلبہ و طالبات کے درمیان حضور ﷺ کی زندگی میں میانہ روی پر تقریری مقابلہ کروایا جائے۔

# مشق

## ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) میانہ روی کے معنی اور مفہوم بیان کریں۔

(۲) سبق میں میانہ روی کو کتنے دائروں میں تقسیم کیا گیا ہے؟

(۳) میانہ روی کی اہمیت کے بارے میں قرآن مجید کیا فرماتا ہے؟

(۴) سبق میں میانہ روی کی اہمیت کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک کیا ہے؟

(۵) معاشرت میں میانہ روی کا مطلب کیا ہے؟

## ۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) ''میانہ روی'' جس زبان کا لفظ ہے، وہ ہے:

(الف) عربی (ب) فارسی (ج) سندھی (د) اردو

(۲) ''اعتدال'' سے مراد ہے:

(الف) میانہ روی (ب) افراط و تفریط (ج) روش یا چال (د) پر مسرت و کامیاب

(۳) معاشرت میں ''میانہ روی'' سے مراد ہے:

(الف) زندگی میں اعتدال پیدا کیا جائے (ب) پڑوسیوں کا خیال رکھا جائے

(ج) ذاتی اخراجات کو بڑھایا جائے (د) اسلام کی عبادات ادا کی جائیں

(۴) قرآن مجید میں ''اُمّتِ وسط'' سے مراد ہے:

(الف) صدقہ و خیرات کرنے والی قوم (ب) عبادت کرنے والی قوم

(ج) اعتدال میں رہنے والی قوم (د) معاف کرنے والی قوم

۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) پیدل چلنے اور گاڑی چلانے میں بھی............سے کام لیا جائے۔

(۲) قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اپنی............میں اعتدال کیے رہنا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ عمل وہ ہے جو مستقل اختیار کیا جائے چاہے ............سا ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور............ بھی کرتا ہوں۔

(۵) اسلام کی تمام تر ..........میں میانہ روی کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱۔ میانہ روی عربی زبان کا لفظ ہے۔ | | |
| ۲۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل وہ ہے جو مستقل اختیار کیا جائے۔ | | |
| ۳۔ گفتگو سخت یا بالکل دھیمی آواز سے کرنی چاہیے۔ | | |
| ۴۔ قرآن مجید میں ہے کہ اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمّتِ مُعتدل بنایا ہے۔ | | |
| ۵۔ سبق میں میانہ روی کو چار دائروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ | | |

۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

- طلبہ و طالبات کے سامنے میانہ روی کے مزید فوائد پر روشنی ڈالیں۔

# ۳۔ مُساوات

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- مساوات سے واقف ہو کر ان کی اہمیت وافادیت کو اپنے دوستوں کے سامنے بیان کر سکیں گے۔
- اسلام میں مساوات کی اہمیت وافادیت کو تحریر کر سکیں گے۔

**مساوات کے معنی اور مفہوم:** "مساوات" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں برابری۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ سارے انسانوں کی اصل ایک ہی ہے، اس لیے وہ قانون کی نظر میں برابر ہیں اور وہ حقوق میں بھی ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ کوئی کسی سے کمتر نہیں ہے۔ بڑائی اور بزرگی کا معیار صرف تقویٰ پر ہے۔

**اسلام میں مساوات کی اہمیت:** اسلام جس طرح عقیدہ میں توحید کا قائل ہے، بالکل اسی طرح انسانیت میں بھی وہ انسانی وحدت کا علمبردار ہے۔ قرآن وحدیث میں یہ بات بار بار دہرائی گئی ہے کہ نسل انسانی کے والدین یعنی حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام پر ہے۔ یہ کنبے، قبیلے اور قومیں محض شناخت کے لیے ہیں، اس لیے نسل پر فخر کرنا انسانیت کی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ

(الحجرات:۱۳)

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کی فضیلت اور شرافت کا معیار رنگ اور نسل نہیں، بلکہ تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

مساوات کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى

خبردار! کسی بھی عربی کو عجمی پر اور کسی بھی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر، سوائے تقویٰ کے۔

اسلامی عبادات پر غور کیا جائے تو ہمیں مساوات کا عملی مظاہرہ نظر آتا ہے۔

- نماز میں تمام نمازی کندھا کندھے سے ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔
- روزے میں سارے روزہ دار ایک ہی کیفیت میں نظر آتے ہیں۔
- حج میں سب ایک ہی طرز کا لباس، ایک ہی جگہ اور ایک ہی ذکر کرتے نظر آتے ہیں۔

**مساوات میں حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:** حضور ﷺ کی ذات مبارک مساوات کا بہترین عملی نمونہ تھی۔

- حضور اکرم ﷺ رنگ، نسل اور قومیت کی بنیاد پر کسی سے بھی نفرت نہیں کرتے تھے۔
- نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے نسلی امتیاز کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔
- حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال حبشی، حضرت سلمان فارسی اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہم کو بڑا مقام اور مرتبہ عطا فرمایا۔
- حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو مسجدِ نبوی کا مؤذن بنایا، جو ایک بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔
- غزوۂ خندق کے موقعے پر حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے کو اہمیت دیتے ہوئے خندق کھدوائی۔
- حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، اپنی پھپھی زاد بہن حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کرایا۔

مندرجہ بالا حقائق حضور اکرم ﷺ کے مساوات کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔

عدل وانصاف کے معاملے میں بھی نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ مساوات کا لحاظ رکھا۔ ایک مرتبہ بنی مخزوم قبیلے کی ایک فاطمہ نامی عورت چوری میں پکڑی گئی۔ تمام ثبوتوں اور گواہوں کی گواہی کے بعد حضور ﷺ نے ہاتھ کاٹنے کی قرآنی سزا نافذ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس پر لوگوں نے سزا معاف کرنے کی سفارش کروائی۔ اس پر نبی اکرم ﷺ

سخت ناراض ہو گئے اور ارشاد فرمایا: ''گزشتہ اقوام کی تباہی کی وجہ یہ تھی کہ وہ غریبوں کے اوپر قانون کو نافذ کرتے تھے اور امیروں سے رعایت کرتے تھے۔ ''اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا''۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق مساوات پر دل و جان سے عمل کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو '' یَا سَیِّدِیْ'' (یعنی ''میرے آقا'') کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب فلسطین کی فتح کے لیے بیت المقدس کے سفر پر جا رہے تھے تو سواری پر باری باری اپنے غلام کو سوار کرتے تھے اور خود پیدل چلتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو لباس خود پہنتے تھے وہی اپنے غلام کو پہناتے تھے۔

**مساوات کے فوائد:** مساوات کے چند فوائد یہ ہیں:

- مساوات سے باہمی اخوت و محبت پیدا ہوتی ہے۔
- مساوات سے عدل و انصاف قائم ہوتا ہے۔
- مساوات سے قومی، لسانی اور گروہی عصبیت ختم ہو جاتی ہے۔
- مساوات کے ذریعے فتنے اور جھگڑوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اسلامی تاریخ ایسی روشن مثالوں سے بھری ہوئی ہے، جو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آج کے دور میں ہمارے معاشرہ کو ایسی مساوات کی سخت ضرورت ہے تا کہ ہمارے معاشرے سے عصبیت و نفرت کی آگ ختم ہو سکے اور امن و محبت کی فضا عام ہو جائے۔

## سبق کا خلاصہ

- مساوات برابری کو کہتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں۔ کوئی کسی سے کمتر نہیں ہے۔ ان کے درمیان رنگ، نسل، قوم اور عقیدے کی بنیاد پر امتیاز کرنا انسانیت کے خلاف ہے۔
- تمام انسانوں کے والدین حضرت آدم اور بی بی حوا علیہما السلام ہیں۔

- اسلام مساوات کا علمبر دار ہے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مساوات کا عملی نمونہ تھے۔

| سرگرمی برائے طلبہ و طالبات | • طلبہ و طالبات مساوات کے موضوع پر آپس میں مباحثہ کریں۔ |
| --- | --- |

# مشق

## ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) مساوات کے معنی اور مفہوم بیان کریں۔

(۲) مساوات کس زبان کا لفظ ہے؟

(۳) مساوات کی اہمیت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟

(۴) فضیلت اور شرافت کا جو قرآن مجید نے معیار بتایا ہے، وہ بیان کریں۔

(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے مساوات کی کوئی ایک مثال ذکر کریں۔

## ۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) "مساوات" کے معنی ہیں:

(الف) برابری کرنا (ب) زیادتی کرنا (ج) کمی کرنا (د) فرق کرنا

(۲) غزوۂ خندق کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس صحابی کے مشورے پر خندق کھدوائی، وہ ہیں:

(الف) حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ (ب) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

(ج) حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ (د) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو پکارتے تھے:

(الف) ''میرے بھائی'' کہہ کر (ب) ''میرے دوست'' کہہ کر

(ج) ''میرے آقا'' کہہ کر (د) ''میرے غلام'' کہہ کر

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب فلسطین کی فتح کے لیے بیت المقدس کے سفر پر جارہے تھے تو:

(الف) خود سواری پر بیٹھتے اور غلام پیدل چلتے۔

(ب) خود پیدل چلتے اور غلام کو سواری پر بٹھاتے۔

(ج) سواری پر باری باری غلام کو بٹھاتے اور خود پیدل چلتے۔

(د) غلام اور خود دونوں سواری پر ایک ساتھ بیٹھتے۔

## ۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو لباس خود پہنتے تھے، وہی اپنے .............. کو پہناتے تھے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو.............. کہہ کر پکارتے تھے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر .............. بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی کا............... بنایا۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، اپنی پھپی زاد بہن حضرت.............. کا ان سے نکاح کرایا۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
| --- | --- | --- |
| ۱- مساوات برابری کو کہتے ہیں۔ | | |
| ۲- اسلام کے نزدیک تمام انسان برابر نہیں ہیں۔ | | |
| ۳- حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مساوات کا عملی نمونہ تھے۔ | | |
| ۴- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو لباس خود پہنتے تھے وہی اپنے غلام کو پہناتے تھے۔ | | |
| ۵- بڑائی اور بزرگی کا معیار تقویٰ پر نہیں ہوتا۔ | | |

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
| --- | --- |
| ۱۔ حضور ﷺ کی ذات مبارک | ایک ہی کیفیت میں نظر آتے ہیں۔ |
| ۲۔ نبی ﷺ نے اپنے عمل سے نسلی امتیاز | تو مساوات کا عملی مظاہرہ نظر آتا ہے۔ |
| ۳۔ اسلامی عبادات پر غور کیا جائے | کندھا کندھے سے ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ |
| ۴۔ روزہ میں سارے روزہ رکھنے والے | مساوات کا بہترین عملی نمونہ تھی۔ |
| ۵۔ نماز میں تمام نمازی | کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ |

- مساوات کے معاشرتی فوائد پر مزید روشنی ڈالیں۔

# ۴۔ محنت کی عظمت

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- محنت کی عظمت کو جان کر بیان کر سکیں گے۔
- محنت کے سبب وہ معاشرہ کے کار آمد افراد کے طور پر ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں گے۔

**محنت کے معنی اور مفہوم:** محنت کے معنی ہیں تکلیف اور مشقت۔ محنت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ سے محنت کر کے اپنی روزی کا بندوبست کرے اور اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرے۔

**محنت کی عظمت کے بارے میں اسلامی تعلیمات:** انسان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس دنیا میں اس کی ضرورت کا سارا سامان مہیا کر دیا، تاکہ وہ دنیاوی معاملات آسانی کے ساتھ طے کر سکے۔ قرآن مجید اپنے ہاتھ سے کمانے پر بہت زور دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝
(الجمعہ: ۱۰)

"پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو تاکہ نجات پاؤ"۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اپنے ہاتھ سے کمائی کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کے لیے بھی اُجرت طلب نہیں کی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: "اے پیغمبر! کہہ دیجیے کہ میں اس کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا"۔ (الانعام: ۹۰)

دنیا کے بہترین انسان پیغمبر ہوتے ہیں، اور وہ سب محنت کر کے اپنی روزی کماتے تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام درزی تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بنایا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے تھے اور آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں بھی چرائیں اور تجارت بھی کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان بہترین انسانوں نے خود محنت کر کے کمانے میں کبھی کوئی بھی عار محسوس نہیں کی، بلکہ وہ فخر سے یہ کام کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محنت کی عظمت کو اجاگر

کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ

"محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے"۔

ایک اور موقعے پر حضور ﷺ نے فرمایا: "انسان کا بہترین رزق وہ ہے جو وہ خود اپنے ہاتھوں سے کمائے"۔ محنت اور مزدوری کی قدر کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مزدور کی مزدوری اس کے پسینے کے خشک ہونے سے پہلے دے دو"۔ آپ ﷺ نے سوال کرنے کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی

"اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے) سے بہتر ہے۔

**محنت کے فوائد:** محنت کے بہت سماجی فوائد ہیں۔ محنت سے آدمی میں خودداری پیدا ہوتی ہے۔ محنت سے آدمی چست رہتا ہے اور بیماری اور کاہلی سے بچ جاتا ہے۔ محنت والا آدمی کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنے سے بچ جاتا ہے۔ محنت سے معاشرہ میں ترقی ہوتی ہے اور خوشحالی بڑھتی ہے۔

ہمیں اس سبق سے یہ پیغام ملا کہ ہم محنت کریں، اپنا کام خود کریں، سُستی اور کاہلی کی عادت کو چھوڑ دیں۔ کسی بھی پیشے کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور محنت کرنے والوں کو کسی سے بھی کم نہ سمجھیں، بلکہ ان کی عزت کریں۔

## سبق کا خلاصہ

- اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے محنت کر کے اپنی روزی کمائی، ان میں سے کسی نے بھی محنت کرنے میں عار محسوس نہیں کی۔
- اسلام کسی شخص کے آگے ہاتھ پھیلانے کو ناپسند کرتا ہے اور محنت کرنے پر زور دیتا ہے۔
- محنت سے نہ صرف محنت کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، بلکہ ملک اور قوم بھی ترقی کرتے ہیں۔
- ہم کسی بھی محنت کرنے والے کو کم نہ سمجھیں بلکہ اس کی عزت کریں۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- ہر طالب علم اپنے بارے میں بتائے کہ وہ مستقبل میں محنت کا کون سا طریقہ اختیار کرے گا اور وہ کس طرح معاشرے کی خدمت کرے گا؟

## مشق

### ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) محنت کے لفظی معنیٰ کیا ہیں؟

(۲) محنت کا مفہوم بیان کریں۔

(۳) محنت کے ذاتی اور سماجی فوائد ذکر کریں۔

(۴) محنت کے بارے میں قرآن مجید کیا تعلیم دیتا ہے؟

(۵) محنت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیا تعلیم ہے؟

### ۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) محنت سے آدمی میں..............پیدا ہوتی ہے۔

(۲) انسان کا بہترین..........وہ ہے جو وہ خود اپنے ہاتھ سے کمائے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سوال کرنے کو..........فرمایا ہے۔

(۴) محنت سے معاشرہ میں..........ہوتی ہے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مزدور کو اس کی اُجرت اس کے..........خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

### ۳- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- حضرت آدم علیہ السلام بکریاں چَراتے تھے۔ | | |
| ۲- حضرت نوح علیہ السلام تجارت کیا کرتے تھے۔ | | |
| ۳- حضرت ادریس علیہ السلام درزی تھے۔ | | |
| ۴- حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے تھے۔ | | |
| ۵- حضرت موسیٰ علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے۔ | | |

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
| --- | --- |
| ۱۔ محنت کے معنی ہیں | نے بکریاں بھی چرائی تھیں۔ |
| ۲۔ محنت کرنے والا شخص کسی کے آگے | پیغمبر ہوتے ہیں۔ |
| ۳۔ دنیا کے بہترین انسان | دست دراز کرنے سے بچ جاتا ہے۔ |
| ۴۔ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم | تکلیف اور مشقت۔ |
| ۵۔ انسان کا بہترین رزق وہ ہے | جو وہ خود اپنے ہاتھوں سے کمائے۔ |

- اساتذہ کو چاہیے کہ طلبہ وطالبات کے سامنے ”تعلیم کے لیے محنت کی ضرورت“ کے موضوع پر لیکچر دیں تاکہ ان کے اندر کاپی کلچر سے منافرت پیدا ہو اور اپنی تعلیم میں پورا دھیان دیں۔

# ۵- ماحول کی آلودگی اور اسلامی تعلیمات

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اپنے ماحول کے متعلق شعور پیدا کر کے بیان کر سکیں گے۔
- ماحول کی آلودگی اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہو کر تحریر کر سکیں گے۔
- ماحول کو آلودگی سے بچانے کی اہمیت بیان کر سکیں گے۔
- اپنے آپ کو اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کر سکیں گے۔

**ماحول کا مفہوم:** ہمارے ارد گرد جو چیزیں ہیں، انھیں 'ماحول' کہا جاتا ہے۔

**آلودگی کے معنی اور مفہوم:** ہمارے ماحول میں ایسی چیزوں کا شامل ہو جانا، جو انسانی صحت کے لیے مضر ہوں، اس کو "ماحول کی آلودگی" کہا جاتا ہے۔ ماحول کی آلودگی انسانوں اور دنیا میں پائے جانے والے دیگر جانداروں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ ماحول کو اس آلودگی سے بچانے کے لیے بین الاقوامی طور پر اقدامات کیے جا رہے ہیں تاکہ دنیا میں انسان

اور دیگر جاندار زندہ رہ سکیں۔ ماحول کی آلودگی کے حوالے سے دنیا بھر میں لوگوں میں شعور بیدار کیا جارہا ہے اور ماحول کو پاک وصاف بنانے پر اربوں روپے خرچ کیے جارہے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام صرف آخرت کی فوز و فلاح پر زور نہیں دیتا، بلکہ وہ اس دنیا میں بھی انسانی زندگی کی خوشحالی اور فلاح و بہبود کا علمبر دار ہے۔ ماحول کی آلودگی چونکہ انسانی زندگی اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے انتہائی مضر ہے، اس لیے اسلام کی تعلیمات میں ماحول کو پاک وصاف رکھنے اور اس کو ہر قسم کی آلودگی سے بچانے پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ (التوبہ: ۱۰۸)

"اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

ہم میں سے جب ہر ایک پاکی اور صفائی کا اہتمام کرے گا تو اس کا اثر ہمارے ماحول پر پڑے گا اور ہمارا ماحول آلودگی سے بچ جائے گا۔ اسلام دنیا میں فساد پھیلانے سے سختی سے روکتا ہے اور فساد صرف لوٹ مار یا خونریزی کو نہیں کہا جاتا بلکہ ماحول کو آلودہ کرنا بھی فساد ہی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا"۔ (البقرہ: ۲۰۵)

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

پاکی ایمان کا حصہ ہے۔

ماحول کی آلودگی کی چند اقسام ذیل میں دی جارہی ہیں:

**فضائی آلودگی:** ہمارا فضائی ماحول صنعتوں سے نکلنے والے زہریلے دھویں، گاڑیوں سے نکلنے والے دھویں اور تمباکو نوشی کے دھویں سے آلودہ ہوتا ہے۔ اس آلودگی سے جِلد، کان، ناک اور آنکھوں کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ فضائی آلودگی سے بچاؤ کے لیے درخت لگانا بے حد مفید ہیں۔ درخت کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں جو انسان اور جانور خارج کرتے ہیں اور آکسیجن خارج کرتے ہیں جو جانداروں کو سانس لینے میں مدد دیتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيْمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ

کوئی بھی مسلمان کوئی درخت اگاتا ہے یا کھیتی اگاتا ہے پھر اس میں سے پرندے یا انسان یا جانور کھاتے ہیں تو یہ اس کے لیے صدقہ میں شمار ہوتا ہے۔

**آبی آلودگی:** پانی کی آلودگی کو آبی آلودگی کہتے ہیں۔ پانی اس دھرتی پر زندگی کی بنیاد ہے۔ صنعتوں سے نکلنے والا زہریلا پانی، زمین میں کیمیائی کھادوں کا غیر ضروری استعمال، دریاؤں اور سمندروں میں کوڑا کرکٹ پھینکنے سے آبی آلودگی پھیلتی ہے۔ اس سے نہ صرف پانی انسانوں کے لیے ناقابلِ استعمال بن جاتا ہے، بلکہ آبی حیات کے لیے بھی نہایت مضر ہے۔ انسان آبی حیات میں سے بہت سی چیزیں اپنی خوراک کے طور پر استعمال کرتا ہے جیسے مچھلی وغیرہ۔ آبی آلودگی سے یہ خوراک انسان کے لیے قابلِ استعمال نہیں رہتی۔ حضور ﷺ نے پانی کو پاک وصاف رکھنے پر زور دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اِتّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَۃَ الْبَرَازَ فِی الْمَوَارِدِ وَقَارِعَۃِ الطَّرِیْقِ وَالظِّلِّ

لعنت کا سبب بنے والی تین چیزوں سے بچیں۔ پانی کے گھاٹ پر گندگی کرنے سے اور راستے کے درمیان گندگی کرنے سے اور سایہ دار درخت کے تحت گندگی کرنے سے۔

**صوتی آلودگی:** صوتی آلودگی شور کو کہا جاتا ہے۔ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی آواز شور بن کر ماحول کو آلودہ کرتی ہے، جس سے انسان اعصابی تناؤ کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان میں نفسیاتی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ گاڑیوں کا شور، ان میں لگے ہوئے پریشر ہارن، لاؤڈ اسپیکر کا غیر ضروری اور اونچا استعمال صوتی آلودگی کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: "اور بولتے وقت آواز نیچی رکھنا، کیونکہ سب سے بُری آواز گدھوں کی ہے"۔ (لقمان:۱۹)

حضور ﷺ عام طور پر درمیانی آواز میں گفتگو کرتے تھے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کے لیے سب سے زیادہ مفید ہو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"انسانوں میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچائے"۔

ہمیں چاہیے کہ کوڑے کرکٹ کو آبادی کے قریب نہ جلائیں، اس کو پانی میں نہ پھینکیں، لاؤڈ اسپیکر کا کم سے کم استعمال کریں اور ایسی گاڑیاں استعمال کریں، جو دھواں خارج نہ کرتی ہوں۔ موجودہ دور میں انسان کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کے ماحول کو ہر قسم کی آلودگی سے بچایا جائے تا کہ وہ صحت مند زندگی بسر کر کے آخرت کے امتحان کی بہتر طریقے سے تیاری کر سکے۔

## سبق کا خلاصہ

- ماحول میں ایسی چیزوں کا شامل ہو جانا، جو صحت کے لیے نقصان دہ ہوں ماحول کی آلودگی کہلاتا ہے۔
- ماحول کی آلودگی نہ صرف انسانوں کی صحت کے لیے بے حد مضر ہے، بلکہ تمام جانداروں کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔
- ماحول کو آلودہ کرنا دھرتی پر فساد پھیلانے کے برابر ہے۔
- اسلام ماحول کو پاک وصاف رکھنے کی تعلیم دیتا ہے تاکہ وہ آلودگی سے بچ سکے اور انسان خوشحال اور آسودہ زندگی بسر کر سکے۔

**سرگرمی برائے طلبہ وطالبات**

- ہر ایک طالب علم کم از کم ایک ایسی چیز بتائے جس سے ماحول میں آلودگی پھیلتی ہے اور اس سے بچاؤ کی تدبیر بھی بتائے۔

## مشق

### ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) ماحول کی آلودگی کسے کہتے ہیں؟

(۲) ماحول کی آلودگی کی کتنی اقسام ہیں؟

(۳) اسلام کے مطابق ماحول کو آلودہ کرنا کیوں ناپسند کیا گیا ہے؟

(۴) فضائی ماحول کو آلودگی سے کیسے بچا سکتے ہیں؟

(۵) صوتی آلودگی کن چیزوں سے پھیلتی ہے؟

### ۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) ہمیں چاہیے کہ آبادی کے قریب ............ کو نہ جلائیں۔

(۲) لاؤڈ اسپیکر کا غیر ............ استعمال نہ کریں۔

(۳) ایسی گاڑیاں استعمال کریں جو............خارج نہ کرتی ہوں۔

(۴) حضور ﷺ نے فرمایا: ''انسانوں میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو انسانوں کو............پہنچائے''۔

(۵) حضور ﷺ نے پانی کو............ رکھنے پر زور دیا ہے۔

## ۳- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- ہمارے اردگرد جو چیزیں ہیں، انھیں 'ماحول' کہا جاتا ہے۔ | | |
| ۲- اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ | | |
| ۳- درخت آکسیجن جذب کرتا ہے۔ | | |
| ۴- آلودگی اس دھرتی پر زندگی کی بنیاد ہے | | |
| ۵- آبی آلودگی سے یہ خوراک انسان کے لیے قابلِ استعمال نہیں رہتی۔ | | |

## ۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱۔ صوتی آلودگی | درخت لگانا بے حد مفید ہیں۔ |
| ۲۔ فضائی آلودگی سے بچاؤ کے لیے | صدقۂ جاریہ قرار دیا۔ |
| ۳۔ درخت کاربن ڈائی آکسائیڈ | شور کو کہتے ہیں۔ |
| ۴۔ حضور ﷺ نے درخت لگانے کو | جذب کرتے ہیں۔ |

**ہدایت برائے اساتذہ**

- طلبہ و طالبات کو بتائیں اور واضح کریں کہ قرآن مجید ہمیں وضو اور غُسل کے ذریعے پاکی حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے اور اسی طرح احادیث نبویہ بھی پاک اور صاف رہنے کا حکم دیتی ہیں، یہ ماحول کی آلودگی سے بچنے کا اچھا ذریعہ ہیں۔

# ٦۔ حُقوق العباد (رشتہ دار، مہمان، مریض)

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- انسانی حقوق کے بارے میں آگاہ ہو کر بیان سکیں گے۔
- حقوق العباد ادا کر کے ایک پُر سکون معاشرہ قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کر سکیں گے۔

**حقوق العباد کے معنی و مفہوم:** "حقوق" جمع ہے "حق" کی۔ "حق" کے لفظی معنی ہیں "ثابت شدہ چیز اور مراعات"۔ "حقوق العباد" سے مراد وہ مراعات ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر ایک دوسرے کے لیے عائد کی ہوئی ہیں۔ ایک بندے کا حق دوسرے بندے کی ذمہ داری یا فرض بنتا ہے۔

حقوق کی دو قسمیں ہیں: ایک حقوق اللہ اور دوسری حقوق العباد۔ حقوق اللہ، اللہ تعالیٰ سے متعلق ہماری وہ ذمہ داریاں ہیں جن کی اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے اور حقوق العباد بندوں سے متعلق وہ ذمہ داریاں ہیں جو اسلام ہم پر عائد کرتا ہے۔

کسی بھی معاشرہ کی خوشحالی، فلاح، امن وامان اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں انسانی حقوق کا بہت زیادہ خیال رکھا جائے۔ جس معاشرہ میں انسانی حقوق کا جتنا لحاظ رکھا جائے گا، وہ معاشرہ اتنا ہی خوشحال اور ترقی یافتہ معاشرہ کہلائے گا۔ اسلام حقوق العباد پر بہت زور دیتا ہے۔

ان حقوق میں تین قسم کے لوگوں کے حقوق نہایت اہم ہیں۔ رشتہ دار، مہمان اور مریض۔ رشتہ داروں میں چچا، چچی، خالہ، پھپھی، ماموں، چچازاد، ماموں زاد، پھپھی زاد، خالہ زاد وغیرہ بھی شامل ہیں۔

**رشتہ داروں کے حقوق** انسانی تعلقات میں سب سے زیادہ اہمیت رشتہ داروں کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں انسانی حقوق میں ان کو سرِ فہرست رکھا گیا ہے۔ رشتہ داروں کے ہمارے اوپر یہ حقوق ہے کہ:

- ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوں۔
- ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔
- مشکل گھڑی میں ان کی مدد کریں۔
- ان کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کریں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ (بنی اسرائیل:۲۶)

"اور رشتہ دار کو اس کا حق ادا کر"۔

رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے قطع رحمی کرنے سے سختی سے روکا گیا ہے۔ رشتوں کو توڑنا قرآن مجید میں منافقوں کی نشانی بتائی گئی ہے چناں چہ ارشاد الٰہی ہے:

ترجمہ: "جس چیز (یعنی رشتۂ قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو قطع کیے ڈالتے ہیں"۔ (البقرہ:۲۷)

صلۂ رحمی کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا:

"رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔

حضور ﷺ رشتہ داروں کے حقوق کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اپنی رضاعی ماں بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا اور اپنی رضاعی بہن حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے اور ان کے لیے اپنی چادر بچھاتے اور دور تک ان کو چھوڑنے جاتے اور ان کی باتوں کو توجہ کے ساتھ سنتے۔

**مہمان کے حقوق** اچھے معاشروں میں مہمان کی عزت کی جاتی ہے اور ان کی مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ مہمان نوازی انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکر آیا ہے۔ حضور ﷺ بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے"۔

حضور ﷺ مہمان کا پورا خیال رکھتے۔ اسلامی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان بھی اپنے میزبان کا خیال رکھے، اپنے میزبان سے ایسی فرمائش نہ کرے، جس سے اس کو تکلیف پہنچے اور تین دن سے زیادہ میزبان کے پاس نہ ٹھہرے۔ میزبان کے پاس ایسے اوقات میں نہ جائیں جس سے انھیں حرج اور تکلیف محسوس ہو۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں میزبان پر مہمان کے بھی حقوق ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

- مہمان کی عزت کرنا۔
- وسعت کے مطابق اس کی خاطر تواضع کرنا۔
- مہمان کے آرام کا خیال رکھنا۔
- مسلم اور غیر مسلم کے درمیان ان حقوق میں فرق نہ کرنا۔

**مریض کے حقوق** حضور ﷺ بغیر کسی امتیاز کے مسلم و غیر مسلم کی بیماری کے وقت عیادت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے دشمنوں کی بھی عیادت کرنے جاتے تھے۔

بیمار کے بہت سے حقوق ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

- اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو صاحبِ استطاعت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا حیثیت کے مطابق علاج کرائے۔
- جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی مزاج پرسی کی جائے۔
- مریض کی عیادت کے وقت اس کے لیے شفا کی دعا کرے۔
- عیادت کرنے کے بعد زیادہ دیر تک اس کے پاس نہ بیٹھے، کیوں کہ وہ تکلیف کی حالت میں ہوتا ہے۔
- اس مشکل گھڑی میں اس کو سہارا اور حوصلہ دیا جائے۔
- ضرورت کے مطابق اس کی مدد کرنی چاہیے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے رشتہ داروں، مہمانوں اور مریضوں کے حقوق ادا کریں۔ اس سے معاشرے میں محبت و الفت کو فروغ ملے گا اور امن و سکون کی فضا قائم ہو جائے گی اور اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی حاصل ہو جائے گی۔

## سبق کا خلاصہ

- اسلام میں حقوق العباد (رشتہ دار، مہمان، مریض) کی بہت اہمیت ہے۔ حقوق العباد سے ہی معاشرہ میں امن و سکون پیدا ہوتا ہے اور اسی سے ملک و قوم کو ترقی ملتی ہے۔
- جس معاشرے میں انسانی حقوق کا جتنا لحاظ رکھا جائے گا، وہ معاشرہ اتنا ہی خوشحال اور ترقی یافتہ معاشرہ کہلائے گا۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- ہر طالب و طالبہ اپنے محلے کے کسی مریض یا مریضہ کی عیادت کرنے جائے یا اپنے رشتہ دار سے ملاقات کر کے کمرۂ جماعت میں اپنے ساتھیوں کو سنائے۔

# مشق

## ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حقوق العباد کے معنی اور مفہوم کیا ہے؟

(۲) رشتہ داروں کے حقوق میں سے کوئی بھی تین حقوق بیان کریں۔

(۳) مہمان کے کیا حقوق ہیں؟ ان میں سے کوئی بھی تین حقوق بیان کریں۔

(۴) رسول اللہ ﷺ نے مریض کے حقوق کے حوالے سے کیا فرمایا ہے؟

(۵) رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں حضور ﷺ کی عملی مثال پیش کریں۔

## ۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) جب کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی............کی جائے۔

(۲) مہمان بھی اپنے............کا خیال رکھے۔

(۳) رشتہ داروں سے............کا حکم دیا گیا ہے۔

(۴) حضور ﷺ بہت بڑے..........تھے۔

## ۳- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| | جملے | درست | غلط |
|---|---|---|---|
| ۱- | حق کے لفظی معنی ہیں انصاف۔ | | |
| ۲- | حقوق کی دو قسمیں ہیں: (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ | | |
| ۳- | انسانی تعلقات میں سب سے زیادہ اہمیت دوستوں کی ہے۔ | | |
| ۴- | رشتہ داروں سے قطع رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔ | | |
| ۵- | اچھے معاشرے میں مہمان کی عزت کی جاتی ہے۔ | | |

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
| --- | --- |
| ۱۔ مریض کی عیادت کا عمل | مہمان کی عزت کی جاتی ہے۔ |
| ۲۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی | انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ |
| ۳۔ اچھے معاشروں میں | داخل نہیں ہو گا۔ |
| ۴۔ مہمان نوازی | مہمان نوازی کا ذکر آیا ہے۔ |
| ۵۔ رشتہ توڑنے والا جنت میں | اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔ |

- طلبہ و طالبات کے سامنے رشتہ داروں، مہمانوں اور مریضوں کے احادیث میں بیان کیے ہوئے حقوق سے متعلق مزید روشنی ڈالیں۔

# ہدایت کے سر چشمے / مشاہیر اسلام

کسی بھی قوم کے مشاہیر اس قوم کے لیے مشعلِ راہ اور رہبر و رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی زندگی کو مد نظر رکھ کر قومیں آگے بڑھتی ہیں۔ اسلام کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں ایسے بہترین انسان وجود میں آئے، جن پر ساری انسانیت فخر کر سکتی ہے۔ اس باب میں اسلامی تاریخ کے چار اہم مشاہیر حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا جائے گا جو ہماری عملی زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

ان اسباق کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ و طالبات اس باب میں دی ہوئی چار شخصیتوں کے احوالِ زندگی، ان کے کارناموں اور ان کی طرف سے دین کے بارے میں کی گئی گرانقدر خدمات سے واقف ہو کر ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر سکیں۔

# ۱۔ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے بارے میں آگاہی حاصل کر کے تحریر کر سکیں گے۔
- حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت اور ان کی دینی خدمات بیان کر سکیں گے

**نام و نسب:** آپ کا نام عائشہ رضی اللہ عنہا اور لقب صدّیقہ ہے۔ آپ بنو تیم خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوب اہلیہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام اُمّ رومان رضی اللہ عنہا ہے۔

**حالاتِ زندگی:** حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی تربیت شروع سے ہی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن سے ہی انتہائی ذہین تھیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں پر نظر پڑ گئی، ان میں ایک پروں والا گھوڑا بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ گھوڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: کیا گھوڑے کو پر ہوتے ہیں؟ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کو تو پر تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرتِ مدینہ سے پہلے ہوا تھا اور رخصتی ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوئی۔ آپ کا گھر مسجدِ نبوی کے قریب ایک حجرے کی صورت میں تھا۔ اس کا فائدہ یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجدِ نبوی میں دی گئی تعلیم بھی سن لیتی تھیں۔ اگر کوئی چیز رہ جاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنے حجرے میں پوچھ لیا کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دو ہزار سے بھی زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

**حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت و فضائل:** آپ رضی اللہ عنہا صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم میں علم و فضل میں بہت اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ مشکل مسائل میں صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہا سے رابطہ کرتے اور اپنے مسائل حل کرواتے۔ حج کے دوران لوگ جوق در جوق آپ کے خیمے میں آکر مسائل دریافت کرتے اور آپ رضی اللہ عنہا ان کے جوابات

دیتیں۔ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زیادہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اور لوگوں کی تعلیم و تربیت میں گزرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کو قرآن، حدیث اور فقہ میں بڑی دسترس حاصل تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری کا نمونہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی صداقت اور تقویٰ کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ نور میں کافی آیات نازل ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی آپ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہی گزارے اور وہیں مدفون ہوئے۔ اس حجرے میں قرآن مجید کی بہت ساری آیتوں کا نزول ہوا۔ یہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے سب سے زیادہ عزت اور عظمت والی بات ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھیں۔ نہایت سخی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دینار بھیجے تو آپ رضی اللہ عنہا نے سارے کے سارے محتاجوں اور غریبوں میں تقسیم کر دیے۔

**حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کا غزوات میں کردار:** اسلامی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے جہاد میں نہ صرف مرد حضرات حصہ لیتے تھے، بلکہ خواتین بھی اپنا کردار ادا کرتی تھیں۔ میدانِ جہاد میں مرد حضرات لڑنے میں مصروف رہتے تھے تو خواتین زخمیوں کو طبّی امداد فراہم کرتی تھیں اور ان کے کھانے پینے میں ان کا تعاون کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد اور غزوہ بنی مصطلق میں شریک ہو کر یہی خدمات سرانجام دیں تھیں۔

**وفات:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاروں خلفائے راشدین کا دور دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ اس وقت کے مدینہ کے گورنر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کو رات کے وقت مدینہ کے قبرستان بقیع الغرقد میں دفن کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عائشہ رضی اللہ عنہا کو دنیا کی عورتوں میں وہ فضیلت حاصل ہے جو کھانوں میں ثرید کو"۔

مدینہ منوّرہ میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ۱۹۲۶ء سے پہلے

(گوشت کا شوربے والا سالن جس میں روٹی کے ٹکڑوں کو بھگو کر کھایا جاتا ہے، عرب میں کھانوں میں ثرید نہایت پسند کیا جاتا تھا۔)

**حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیشمار خصوصیات ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفیقہ حیات ہونا۔
- احادیث کا کثرت سے روایت کرنا۔
- دینی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رہنمائی فرمانا۔
- حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدفون ہونا۔

## سبق کا خلاصہ

- حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔
- حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری اہلیہ تھیں۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہجرتِ مدینہ سے پہلے ہوا تھا اور رخصتی ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوئی۔
- حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا صحابہ و صحابیات میں علم و فضل میں بہت اعلیٰ مقام رکھتیں تھیں۔
- حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کو قرآن و حدیث اور فقہ میں بڑی دسترس حاصل تھی۔
- حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا نے چاروں خلفائے راشدین کا دور دیکھا۔
- حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۵۸ ہجری میں ہوئی۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- طلبہ و طالبات ایک دوسرے کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا مختصر احوال کہانی کی صورت میں سنائیں۔

# مشق

## ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں اور باپ کا نام بتائیں۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کب ہوئی؟

(۳) اس سبق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا فرمایا؟

(۴) قرآن مجید کی کون سی سورت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں آیات نازل ہوئیں؟

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کب وفات پائی اور آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

## ۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تعلق رکھتی تھیں:

(الف) بنو نجار خاندان سے　　(ب) بنو تیم خاندان سے

(ج) بنو عدی خاندان سے　　(د) بنو تمیم خاندان سے

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غزوات میں شریک ہو کر خدمات سرانجام دیں تھیں:

(الف) غزوہ اُحد اور غزوہ بنی مصطلق میں　　(ب) غزوہ بدر اور غزوہ خندق میں

(ج) غزوہ تبوک اور غزوہ حُنین میں　　(د) غزوہ خیبر اور غزوہ طائف میں

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقویٰ اور پرہیزگاری کے بارے میں قرآن مجید کی کافی آیات نازل ہوئیں:

(الف) سورۂ آل عمران میں　　(ب) سورۂ نساء میں

(ج) سورۂ نور میں　　(د) سورۂ حجرات میں

(۴) حضرت اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ تھا:

(الف) والدہ ماجدہ کا　　(ب) خالہ کا　　(ج) پھپی کا　　(د) نانی کا

## ۳۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۷ رمضان المبارک سن............ میں ہوئی۔

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت مدینہ کے قبرستان.......... میں دفن کیا گیا۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے.......... سے بھی زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بچپن سے ہی انتہائی......... تھیں۔

## ۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱۔ حضور ﷺ کے ساتھ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت مدینہ سے پہلے ہوا۔ | | |
| ۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تقویٰ اور پرہیز گاری کا نمونہ تھی۔ | | |
| ۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تین خلفاء کا دور دیکھا۔ | | |
| ۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھیں۔ | | |
| ۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۰ ہجری میں ہوئی۔ | | |

## ۵۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے | تقویٰ اور پرہیز گاری کا نمونہ تھی۔ |
| ۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں | حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ |
| ۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی | قرآن مجید کی بہت ساری آیتوں کا نزول ہوا۔ |
| ۴۔ حضور ﷺ کو بھی | چاروں خلفائے راشدین کا دور دیکھا۔ |

**ہدایت برائے اساتذہ**

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے بیان کردہ احادیث میں سے کم از کم تین احادیث سے طلبہ وطالبات کو واقف کرائیں۔

# ۲۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بارے میں آگہی حاصل کر کے تحریر کر سکیں گے۔
- حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کو بیان کر سکیں گے۔

**نام و نسب:** حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام مسعود ہے۔ "فرید الدینؒ" اور "گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ" دونوں آپ کے لقب ہیں۔ آپ کے والد کا نام شیخ جمال الدین سلیمان اور ماں کا نام قرسم خاتون ہے۔ حضرت فرید الدینؒ کی ولادت ایک قصبہ کھتوال میں ۵۶۹ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب، وقت کے بڑے عالم اور دیندار شخص ملتان کے تھے اور والدہ ماجدہ نہایت پرہیز گار خاتون تھیں۔ آپ کا تعلق صوفیاء کے چشتی سلسلے سے تھا۔

**تعلیم و تربیت:** حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے تھوڑے عرصے کے بعد آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی والدہ نے آپ کو ملتان کے اس وقت کے ایک بڑے عالم مولانا منہاج الدین ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اس دور کے تعلیمی نظام کے مطابق آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، منطق، ریاضی اور فلکیات کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مسجد میں کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے۔ آپ ان سے ملے اور ان کی شخصیت سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان سے بیعت کر کے ان کے مرید بن گئے۔

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد نے ہدایت کی کہ مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسلامی دنیا کے دیگر ممالک کا سفر کریں۔ آپ علم میں مزید پختگی حاصل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بغداد، بلخ، بخارا اور بیت المقدس گئے اور وہاں کے جید علماء کرام سے علم حاصل کیا اور کچھ سالوں کے بعد وطن واپس آئے۔

**عبادت و ریاضت:** حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا یہ معمول بنا رکھا تھا کہ مہینے میں دو مرتبہ اپنے مرشد سے ملاقات اور ان سے کسبِ فیض کرنے کے لیے دہلی تشریف لے جاتے۔ اور باقی مہینہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دیتے۔ نوافل کا باقاعدہ اہتمام کرتے اور نفلی روزے کثرت سے رکھا کرتے۔ ذکر و اذکار کے لیے وقت نکالتے۔

**دعوت و تبلیغ:** آپ کے مرشد حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو لوگوں میں دین پھیلانے کے لیے ہانسی بھیجا۔ وہاں آپ نے لوگوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی اصلاح کا کام کرتے رہے۔ اسی دوران آپ کے مرشد کا انتقال ہو گیا۔ آپ ہانسی سے واپس کھتوال تشریف لائے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد آپ نے اجودھن کو اپنی تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا ۔ اجودھن میں سرکش جاٹ اور راجپوت قبائل آباد تھے۔ وہ انتہائی غیر مہذب تھے اور ان میں جہالت عام تھی۔ آپ کی محنت، تبلیغِ دین اور تعلیم و تربیت سے وہ مسلمان ہو گئے اور اچھے اخلاق و کردار کے حامل بن گئے۔ آپ کی اسی محنت کے نتیجے میں برصغیر میں ہزاروں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بادشاہوں سے دور رہتے اور اپنے مریدین کو بھی دور رہنے کی تلقین کرتے۔ ایک مرتبہ دہلی کے سلطان ناصر الدین محمود نے آپ کی خدمت میں ایک خطیر رقم اور کچھ جاگیروں کے پروانے بھیجے۔ آپ نے کمال بے نیازی سے ساری کی ساری رقم غریبوں میں تقسیم کر دی اور جاگیروں کے پروانے واپس کر دیے۔

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف وتالیف کے کام کو بھی جاری رکھا۔ آپ کی تحریر کردہ تین کتابیں بڑی مشہور ہوئیں۔ " ماہیتِ قلب"، "راحت القلوب" اور " اسرار الاولیاء" جن سے دنیا ابھی تک فیض حاصل کر رہی ہے۔

**وفات:** حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ۹۳ سال کی عمر میں محرم الحرام ۶۶۸ھ میں وفات پاگئے۔ آپ کا مزار پاکپتن (ساہیوال ڈویژن) میں ہے۔

## سبق کا خلاصہ

- حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام مسعود تھا۔
- "فرید الدین" اور "گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ" دونوں آپ کے لقب ہیں۔
- حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ملتان کے ایک قصبہ 'کھتوال' میں سنہ ۵۷۱ھ بمطابق ۱۱۷۵ء میں ہوئی۔
- حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، منطق، ریاضی اور فلکیات کی تعلیم حاصل کی۔
- حضرت فرید الدین گنج شکر حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے مرید بنے۔
- حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنا سارا وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دیتے۔ نوافل کا باقاعدہ اہتمام کرتے اور نفلی روزے کثرت سے رکھا کرتے۔
- حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی محنت اور دعوتِ تبلیغ کے نتیجے میں برصغیر میں ہزاروں لوگ اسلام لائے۔
- حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ۹۳ سال کی عمر میں محرم الحرام سنہ ۶۶۸ھ میں وفات پاگئے۔

**سرگرمی برائے طلبہ وطالبات**

- فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حصولِ علم کے لیے جن ممالک کا سفر کیا، طلبہ وطالبات ان کے نام اپنی اپنی کاپیوں میں تحریر کریں۔

# مشق

## ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام کیا ہے اور آپ کے لقب کون سے ہیں؟

(۲) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کب پیدا ہوئے اور کب وفات پائی؟

(۳) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کا نام کیا ہے؟

(۴) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے کون سے قبیلوں کو مسلمان کیا؟

(۵) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جو کتابیں تصنیف کیں، ان کے نام بتائیں۔

## ۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے قرآن مجید ..................... کیا۔

(۲) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق صوفیاء کی ..................... سلسلے سے تھا۔

(۳) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سے کسبِ فیض کرنے کے لیے ..................... تشریف لے جاتے۔

(۴) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ..................... سے دور رہتے۔

(۵) حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ..................... میں ہے۔

## ۳- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام عبداللہ ہے۔ | | |
| ۲- حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سندھ میں ہوئی۔ | | |
| ۳- حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق صوفیاء کے چشتیہ سلسلے سے تھا۔ | | |
| ۴- حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بادشاہوں سے دور رہتے تھے۔ | | |

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
| --- | --- |
| ۱۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نوافل کا | شیخ جمال الدین سلیمان اور ماں کا نام قرسم خاتون ہے۔ |
| ۲۔ ذکر و اذکار کے لیے | ملتان کے ایک قصبہ کھتوال میں ہوئی۔ |
| ۳۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت | باقاعدہ اہتمام کرتے۔ |
| ۴۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام | وقت نکالتے تھے۔ |

- طلبہ و طالبات کے سامنے ”صوفی“ لفظ کے مفہوم کو واضح کریں اور بتائیں کہ ”چشتیہ“ سلسلے سے کیا مراد ہے؟

ساہیوال ڈویژن کے پاکپتن شہر کا خوبصورت منظر، جہاں حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی مزار واقع ہے۔

# ۳۔ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- تاریخ کے اس عظیم مسلمان جرنیل اور فاتح کی شخصیت کے بارے میں جان کر بیان کر سکیں گے جس نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کروایا اور ان کو شکستِ فاش دی۔

قاہرہ میں صلاح الدین ایوبی کا قلعہ

**نام ونسب:** سلطان صلاح الدین کا اصل نام یوسف بن ایوب تھا۔ اپنے والد کی نسبت سے وہ "ایوبی" سے مشہور ہو گئے۔ 'صلاح الدین' آپ کا لقب تھا۔ آپ عراق کے شہر تکریت میں ۱۱۳۷ء میں پیدا ہوئے۔

**تعلیم وتربیت:** صلاح الدین ایوبی نے اپنی تعلیم دمشق اور بعلبک کے شہروں کی مساجد اور مدارس سے حاصل کی۔ اس دور میں عیسائی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تھا اور مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔ اس وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں عیسائی صلیبیوں کے خلاف نفرت اور غصہ عام ہو گیا تھا۔ اسی نفرت کے جذبات کے نتیجے میں بیت المقدس کو آزاد کرانے کے عزم نے سلطان صلاح الدین کی زندگی کا رخ موڑ دیا۔ انھوں نے جنگی تربیت اپنے والد اور اپنے مشہور سپہ سالار چچا اسد الدین شیر کوہ سے حاصل کی ۔ اس کے بعد ایک سپاہی اور مجاہد کے طور پر ساری زندگی جہاد میں

گزار دی۔ ۱۱۶۹ء کو اسد الدین شیر کوہ صلاح الدین کو ساتھ لے کر مصر گئے، جہاں فاطمی خلیفہ نے اسد الدین شیر کوہ کو اپنا وزیر اور کمانڈر ان چیف تعینات کر دیا ۔ دو ماہ کے بعد اسد الدین شیر کوہ کے انتقال کے بعد صلاح الدین کو اس کی جگہ وزیر مقرر کر دیا گیا۔

۱۱۷۴ء میں شام کے حکمران نور الدین محمود کے انتقال کے بعد اس کے گیارہ سالہ بیٹے ملک الصالح کو تخت پر بٹھایا گیا۔ ملک الصالح کی بداعمالیوں اور کمزوریوں سے صلیبی عیسائی فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اس خطرے کے پیش نظر سلطان صلاح الدین نے شام کی طرف پیش قدمی کی اور شام پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ آپ نے ملک الصالح کو معزول نہیں کیا بلکہ ان کو اقتدار پر رہنے دیا۔ ۱۱۸۲ء میں ملک الصالح کے انتقال کے بعد تمام ریاستوں نے سلطان صلاح الدین کو حکمران مان لیا۔

**بیت المقدس کی آزادی:** صلیبی حکمران رینالڈ فلسطین کے مسلمانوں سے مسلسل معاہدوں کی خلاف ورزی کر رہا تھا اور مسلمانوں کے قتل عام میں ملوث تھا۔ اس لیے سلطان صلاح الدین نے فلسطین کو صلیبی عیسائیوں سے آزاد کرانے کے لیے فلسطین کی طرف پیش قدمی کی۔ صلیبیوں نے سارے یورپ سے افواج جمع کیں۔ اس میں برطانیہ کا مشہور سپہ سالار رچرڈ، جو شیر دل کے نام سے مشہور تھا، بھی شریک ہوا۔ بیت المقدس کی فتح کے لیے ۱۱۸۷ء میں بہت بڑی جنگ ہوئی جو تیسری صلیبی جنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں سلطان صلاح الدین فتحیاب ہوئے اور صلیبیوں کی متحدہ طاقت کو زبردست شکست ہوئی ۔ فلسطین صلیبیوں کے قبضہ سے آزاد ہو گیا۔ سلطان نے فلسطین کے تمام عیسائیوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا اور ان کے نوجوانوں اور سپاہیوں پر جزیہ لاگو کر دیا ۔ ان کے بوڑھوں اور معذوروں کا جزیہ خود ادا کیا۔ سلطان کے اس حسنِ سلوک سے بہت سے عیسائی مسلمان ہو گئے۔

**اخلاق و کردار:** سلطان صلاح الدین نہ صرف ایک عظیم فاتح اور سپہ سالار تھے بلکہ ایک اچھے اور بہتر منتظم بھی تھے۔ انھوں نے مصر سے لے کر فلسطین تک پھیلی ہوئی سلطنت کو ایک فلاحی ریاست بنا دیا تھا۔ اپنی ساری دولت غریبوں اور مسکینوں کی مدد کے لیے لٹا دی۔ زندگی نہایت سادگی سے بسر کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ہوتے ہوئے بھی کبھی زکوٰۃ کے نصاب کے مالک نہیں ہوئے۔ بے شمار اسپتالیں، کتب خانے، سرائیں اور تعلیمی ادارے قائم کیے، جن کے کچھ آثار ابھی تک قائم ہیں۔ آپ اعلیٰ اخلاق اور کردار کے مالک انسان تھے۔ رچرڈ جیسا دشمن جب بیمار ہوا تو آپ اس کی مزاج پرسی کے لیے چلے گئے۔ یہی وہ اخلاق ہیں جن کی وجہ سے رعایا ان سے بے پناہ محبت کرتی تھی اور دشمن بھی ان کی عزت کرتے تھے۔

**وفات:** دنیا کا یہ عظیم فاتح، سپہ سالار اور بہترین حکمران ۱۱۹۳ء میں ۵۶ سال کی عمر میں بخار کی بیماری میں دمشق میں انتقال کر گیا۔ انتقال کے وقت آپ کی چھوڑی ہوئی کل ملکیت ایک کوٹ، ایک گھوڑا، ایک دینار اور ۳۶ درہم تھی۔

دمشق میں مسجد اُموی کے قریب صلاح الدین ایوبی کی قبر

## سبق کا خلاصہ

- سلطان صلاح الدین ایوبی کا اصل نام یوسف تھا۔
- سلطان صلاح الدین ایوبی عراق کے شہر تکریت میں ۱۱۳۷ء میں پیدا ہوئے۔
- سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی تعلیم دمشق اور بعلبک کے شہروں کی مساجد اور مدارس سے حاصل کی۔
- اس دور میں عیسائی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تھا۔
- سلطان صلاح الدین ایوبی نے جنگی تربیت اپنے چچا اسد الدین شیر کوہ سے حاصل کی۔
- سلطان صلاح الدین نے فلسطین کو صلیبی عیسائیوں سے آزاد کرانے کے لیے فلسطین کی طرف پیش قدمی کی۔
- بیت المقدس کی فتح کے لیے ۱۱۸۷ء میں بہت بڑی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں سلطان صلاح الدین فتحیاب ہوئے اور صلیبیوں کی متحدہ طاقت کو زبردست شکست ہوئی۔
- دنیا کا عظیم فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی ۱۱۹۳ء میں ۵۶ سال کی عمر میں دمشق میں انتقال کر گیا۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- طلبہ و طالبات سلطان صلاح الدین ایوبی کا قصہ ایک دوسرے کو سنائیں۔

# مشق

## ۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) سلطان صلاح الدین کا اصل نام کیا تھا؟

(۲) سلطان صلاح الدین نے تعلیم کہاں حاصل کی ؟

(۳) سلطان صلاح الدین ایوبی نے کون سی صلیبی جنگ میں یورپی صلیبیوں کو شکست فاش سے دوچار کیا؟

(۴) تیسری صلیبی جنگ کب اور کہاں لڑی گئی ؟

(۵) سلطان صلاح الدین کا انتقال کب اور کہاں ہوا؟

## ۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) سلطان نے فلسطین کے تمام عیسائیوں کے لیے...........کا اعلان کر دیا۔

(۲) رچرڈ جیسا دشمن جب بیمار ہوا تو سلطان صلاح الدین ایوبی اس کی...........کے لیے چلے گئے۔

(۳) سلطان صلاح الدین اپنی زندگی نہایت..........سے بسر کرتے۔

(۴) سلطان صلاح الدین نے مصر سے لے کر فلسطین تک پھیلی ہوئی سلطنت کو ایک.......... ریاست بنا دیا تھا۔

(۵) صلیبی حکمران.........فلسطین کے مسلمانوں سے مسلسل معاہدوں کی خلاف ورزی کر رہا تھا۔

۳- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ا- سلطان صلاح الدین ایوبی کا اصل نام یوسف تھا۔ | | |
| ۲- سلطان صلاح الدین ایوبی عراق کے شہر تکریت میں پیدا ہوئے۔ | | |
| ۳- رینالڈ فلسطین کے مسلمانوں سے معاہدے کی پابندی کر رہا تھا۔ | | |
| ۴- بیت المقدس کی جنگ میں آمریکا کا مشہور سپہ سالار رچرڈ بھی شریک ہوا۔ | | |
| ۵- تیسری صلیبی جنگ ۱۱۸۷ء میں لڑی گئی۔ | | |

۴- کالم-ا کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-ا | کالم-۲ |
|---|---|
| ا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی تعلیم | کا جزیہ خود سلطان صلاح الدین ایوبی نے ادا کیا۔ |
| ۲۔ سلطان ہوتے ہوئے بھی صلاح الدین ایوبی | بہت سے عیسائی مسلمان ہوگئے۔ |
| ۳۔ عیسائیوں کے بوڑھوں اور معذوروں | دمشق اور بعلبک میں حاصل کی۔ |
| ۴۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے اس حسنِ سلوک سے | سپہ سالار رچرڈ بھی شریک ہوا۔ |
| ۵۔ بیت المقدس کی جنگ میں برطانیہ کے مشہور | کبھی زکوٰۃ کے نصاب کے مالک نہیں ہوئے۔ |

**ہدایت برائے اساتذہ**

- طلبہ و طالبات کے سامنے واضح کریں کہ صلیبی جنگوں کو "صلیبی جنگیں" کیوں کہتے ہیں اور صلیب کے کیا معنی ہیں؟

# ۴۔ علّامہ ابن خلدون

## حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- تاریخ کے اس ممتاز مؤرخ اور سیاسی مفکر کی شخصیت جس نے بعد میں آنے والی علمی تاریخ پر نہایت گہرے اثرات چھوڑے، کے کارناموں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے بیان کر سکیں گے۔

**نام ونسب:** آپ کا نام عبدالرحمان بن محمد تھا۔ آپ شمالی افریقہ کے ملک تیونس میں ۷۳۲ھ بمطابق ۱۳۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ ابن خلدون کے نام سے سارے عالم میں مشہور ہیں۔ آپ کے خاندان کے بڑے دادا کا نام خالد المعروف خلدون تھا جس کی نسبت سے آپ کو ابن خلدون کہا جانے لگا۔

تیونس میں وہ گھر، جہاں ابن خلدون پیدا ہوئے۔

**ابتدائی زندگی:** علامہ ابن خلدون نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد محمد سے حاصل کی۔ بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد عربی زبان وادب، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ میں تعلیم مکمل کی۔

**واقعات:** علامہ ابن خلدون کا شمار انسانی تاریخ اور خاص طور پر اسلامی تاریخ کے ممتاز مؤرخ، ماہرِ عمرانیات اور بلند پایہ سیاسی مفکرین میں ہوتا ہے۔ اپنی بے پناہ علمی صلاحیت اور ذہنی قابلیت کی وجہ سے، آپ تین ملکوں تیونس، اُندلُس اور مصر کے اہم سیاسی عہدوں پر فائز رہے۔ آپ نے تیونس کے سلطان ابواسحاق دوم، اندلس کے والی سلطان ابن احمر اور مصر کے سلطان برقوق کے درباروں میں سیکریٹری اور قضاء کے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ اس طرح آپ کو دنیا کے

مختلف معاشروں، قوموں کے عادات واطوار، مختلف سیاسی نظاموں اور قوموں اور سلطنتوں کے عروج وزوال کو گہرائی سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپ نے اپنے ان مشاہدات اور تجربات کو علمی انداز میں اپنی کتابوں میں پیش کیا۔ آپ کا یہ مایہ ناز علمی اور تحقیقی کام آپ کی کتاب المقدمہ اور تاریخ ابن خلدون کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ ابن خلدون کی زندگی کا آخری اور طویل عرصہ مصر میں گزرا، جہاں دنیا کی مشہور و معروف درسگاہ جامعۃالازہر میں استاد کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اپنی تاریخ ابن خلدون بھی وہاں قیام کے دوران لکھی۔

تیونس کی وہ مسجد، جہاں ابن خلدون درس دیا کرتے تھے۔

عمرانیات کے حوالے سے علامہ ابن خلدون نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسانی زندگی کے دو بنیادی اور اہم اصول ہیں:

پہلا: مل جل کر زندگی بسر کرنا۔

دوسرا: انسانی زندگی کا دفاع کرنا۔

ان کے نظریہ کے مطابق یہ معاشرہ ان اصولوں کا لحاظ کیے بغیر ترقی نہیں کر سکتا اور نہ ہی عروج حاصل کر سکتا ہے۔

تعلیم کے حوالے سے انھوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ علوم کی دو قسمیں ہیں:

پہلی: فکری علوم۔ دوسری: تقلیدی علوم

فکری علوم انسان اپنے حواسِ خمسہ کو استعمال کرتے ہوئے حاصل کرتا ہے جس میں تمام سائنسی علوم شامل ہیں اور تقلیدی علوم وہ علوم ہیں جو محض تخیل اور عقل کی بنیاد پر حاصل نہیں کیے جا سکتے، اس میں تمام مذہبی علوم شامل ہیں۔

**انتقال:** تاریخِ انسانی کے یہ عظیم اور ممتاز عالم اور مفکر ۸۰۸ھ بمطابق ۱۴۰۶ء میں قاہرہ (مصر) میں انتقال کر گئے۔ اس وقت آپ کی زندگی اور کارناموں پر مشرق و مغرب میں اعلیٰ علمی اداروں میں تحقیقات ہو رہی ہیں۔

## سبق کا خلاصہ

- علامہ عبدالرحمان المعروف ابن خلدون شمالی افریقہ کے ملک تیونس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد سے حاصل کی۔
- علامہ ابن خلدون تیونس، اندلس اور مصر کے اہم سیاسی عہدوں پر فائز رہے۔
- علامہ ابن خلدون کی علمی تحقیق کی وجہ سے آپ کا شمار ممتاز مؤرخ، سیاسی مفکر اور ماہرِ عمرانیات کے طور پر ہوتا ہے۔
- علامہ ابن خلدون نے دو اہم کتابیں تصنیف کیں: ایک المقدمہ اور دوسری تاریخ ابن خلدون۔ آپ کی وفات مصر کے شہر قاہرہ میں ہوئی۔

**سرگرمی برائے طلبہ و طالبات**

- طلبہ و طالبات علامہ ابن خلدون کے علمی کارناموں پر ایک دوسرے کے ساتھ مذاکرہ کریں۔

## مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) علامہ ابن خلدون کا اصل نام بتائیں۔

(۲) علامہ ابن خلدون کہاں اور کب پیدا ہوئے؟

(۳) علامہ ابن خلدون کی وفات کب اور کہاں ہوئی؟

(۴) علامہ ابن خلدون کن ملکوں میں کن عہدوں پر رہے؟

(۵) علامہ ابن خلدون کی کون سی شہرۂ آفاق تصانیف ہیں؟

## ۲- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) علامہ ابن خلدون شمالی افریقہ کے ملک :

(الف) مراکش میں پیدا ہوئے (ب) لیبیا میں پیدا ہوئے
(ج) الجزائر میں پیدا ہوئے (د) تیونس میں پیدا ہوئے

(۲) علامہ ابن خلدون نے ابتدائی تعلیم حاصل کی :

(الف) اپنے چچا سے (ب) اپنے ماموں سے
(ج) اپنے والد سے (د) اپنے نانا سے

(۳) علامہ ابن خلدون کی زندگی کا طویل عرصہ گزرا:

(الف) مصر میں (ب) ترکی میں (ج) شام میں (د) عراق میں

(۴) علامہ ابن خلدون عمرانیات کے حوالے سے نظریہ پیش کیا کہ :

(الف) انسانی زندگی کا بنیادی اصول ایک ہے (ب) انسانی زندگی کے بنیادی اصول دو ہیں
(ج) انسانی زندگی کے بنیادی اصول تین ہیں (د) انسانی زندگی کے بنیادی اصول پانچ ہیں

(۵) علامہ ابن خلدون اپنی کتاب "تاریخ ابن خلدون" لکھی :

(الف) تیونس میں (ب) قاہرہ میں (ج) استنبول میں (د) دمشق میں

## ۳- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) علامہ ابن خلدون نے یہ نظریہ پیش کیا کہ علوم کی.......... قسمیں ہیں۔
(۲) علامہ ابن خلدون نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسانی زندگی کے.......... بنیادی اور اہم اصول ہیں۔
(۳) علامہ ابن خلدون نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد..........سے حاصل کی۔
(۴) علامہ ابن خلدون نے دنیا کی مشہور و معروف درسگاہ..........میں استاد کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیے۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

| جملے | درست | غلط |
|---|---|---|
| ۱- علامہ ابن خلدون نے بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا۔ | | |
| ۲- علامہ ابن خلدون دمشق یونیورسٹی میں استاد کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ | | |
| ۳- علامہ ابن خلدون تین ملکوں سعودی عرب، لیبیا اور شام میں اہم عہدوں پر رہے۔ | | |
| ۴- علامہ ابن خلدون کی زندگی کا آخری اور طویل عرصہ مصر میں گزرا۔ | | |
| ۵- علامہ ابن خلدون کا انتقال قاہرہ میں ہوا۔ | | |

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

| کالم-۱ | کالم-۲ |
|---|---|
| ۱۔ علامہ ابن خلدون کی وفات | عبدالرحمان بن محمد تھا۔ |
| ۲۔ علامہ ابن خلدون نے اپنے ان مشاہدات | اعلیٰ علمی اداروں میں تحقیقات ہو رہی ہیں۔ |
| ۳۔ علامہ ابن خلدون کا نام | کو استعمال کرتے ہوئے حاصل کرتا ہے۔ |
| ۴۔ علامہ ابن خلدون کی زندگی اور کارناموں پر | اور تجربات کو علمی انداز میں اپنی کتابوں میں پیش کیا۔ |
| ۵۔ فکری علوم انسان اپنے حواسِ خمسہ | ۸۰۸ ہجری میں ہوئی۔ |

- طلبہ وطالبات کو مصر کی عظیم الشان درسگاہ "جامعۃ الازہر" کی تاریخ سے واقف کریں کہ یہ درسگاہ کس بادشاہ اور کس خاندان کے دور میں وجود میں آئی۔

| الفاظ | معانی |
| --- | --- |
| **باب اول: القرآن الکریم** | |
| تعارُف | جان پہچان، واقفیت |
| نازِل ہونا | اترنا |
| حکم (ج) احکام | فرمان، ارشاد، شرعی فیصلہ |
| تجوید | قرآن مجید کو حروف کے مخارج کے مطابق پڑھنا |
| نِصاب | پڑھائی کا کورس |
| حِفظ | یاد، برزبان |
| تِلاوت | قرآن شریف پڑھنا |
| خطا (ج) خطائیں | گناہ، جرم |
| حُصول | حاصل کرنا |
| دَرج | داخل کرنا |
| فِہرست | وہ کاغذ، جس میں کسی چیز کی جدا جدا تفصیل ہو |
| مُؤاخَذہ | گرِفت، جوابدہی |
| دَرگُزر | معاف کرنا، چھوڑنا |
| گِرہ | گانٹھ، بندھن |

| الفاظ | معانی |
| --- | --- |
| **باب دوم: ایمانیات اور عبادات** | |
| عقیدہ (ج) عقائد | دل کا کسی بات پر یقین |
| تَصوّر | غور، دھیان |
| وَضاحت | ظہور، تشریح |
| شُعُور | واقفیت، پہچان |
| نَقشِ قَدم | پاؤں کا قدم، سراغ |
| حِکمت | عقل، دانائی |
| جَذبہ (ج) جذبات | دل کا جوش، قلبی کشش |
| اِحساس | محسوس کرنا |
| تقاضا (ج) تقاضے | خواہش، طلب |
| کامل | پورا، تمام، سب |
| اِحترام | عزت |
| عقیدَت | کسی بات کو ٹھیک جان کر اس پر دل جمانا |
| مُشکل | سخت، کٹھن |
| قُربان | صدقہ، ذبح کی ہوئی چیز |
| عائِد | نافذ ہونا |
| اِخلاص | بے ریا عبادت |

| اِطاعت | تابعداری، فرمانبرداری |
|---|---|
| اِتّباع | تابعداری کرنا، فرمانبرداری کرنا |
| مَعیشَت | زندگی، جینا، عیش |
| سِیاسَت | مُلک کا انتظام، عیش |
| مُقدّم | آگے بڑھا ہوا، پیش کیا ہوا |
| سلسلہ | قطار، صف، لڑی |
| مَفہوم | سمجھی ہوئی بات |
| وَحدَت | ایک ہونا |
| اِنتشار | گھبراہٹ، پریشانی |
| آقا | صاحب، مالک |
| حقیقی | اصلی |
| وَسیع | کُشادہ |
| جامع | جمع کرنے والا |
| اِضافہ | ترقّی، بڑھوتری |
| مُعامَلہ (ج) مُعامَلات | عمل، کاروبار |
| دِیانتداری | ایمانداری، دینداری |
| حُقُوقُ العباد | بندوں کے حقوق |
| غارت گری | لوٹ مار، لوٹ کھسوٹ |
| مَحدُود | بند کیا ہوا |
| تَعظیم | بڑا جاننا، بزرگ ماننا |
| تَوقِیر | عزت، قدر و منزلت |
| حائل | بیچ میں آنے والا |
| نُصرَت | مدد |
| رُجُوع | توجہ، اعادہ، رجحان، واپسی |

| تَخلیق | پیدا کرنا |
|---|---|
| نشوونما | بڑھنا، پرورش پانا |
| مُقرّرہ | مُعیّن کیا گیا، ٹھیرایا گیا |
| مِقدار | انداز، شمار |
| فضیلَت | بزرگی، نیک اور پسندیدہ خصلت |
| سَرِفہرست | تمام اشیاء میں پہلے نمبر پر |
| کشائش | وُسعت والا |
| مُساوی | برابر |
| مُندرجہ ذیل | نیچے دیے گئے |
| مُفلس | نادار، محتاج |
| کارروائی | کسی کام پر عمل کرنا |
| جہاد | کفار سے اعلاء کلمتہ اللہ کے لیے مال اور جان سے لڑنا |
| نظام | سلسلہ، بندوبست |
| غُربت | مسکینی، مفلسی |
| اُخُوّت | بھائی چارہ |
| مرض (ج) امراض | بیماری |
| نجات | چھٹکارا، رہائی |
| شاہراہ | بڑی سڑک، بڑا راستہ |
| گامزن | چلنے والا |
| فروغ | روشنی، نور، شہرت |

## باب سوم: سیرت طیّبہ

| لُغوی | لغت سے منسوب، اصلی، موضوعی |
|---|---|

| مہارت | مشق، کسرت |
| --- | --- |
| غَزوَہ | اسلام کی مخالف طاقتوں کے ساتھ ایسی لڑائی، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت فرمائی ہو |
| خُطبہ | وہ تعریف یا حمد و نعت اور وعظ و نصیحت جو لوگوں کو سنائی جائے |
| مَنشُور | شاہی فرمان، پروانہ |
| جان گُداز | جان گھٹانے والا، دردانگیز |
| روشناس | واقفکار، جان پہچان والا |
| وصال | ملاقات، موت، وفات |
| مُعاہَدہ | باہم عہد و پیمان، قول و قرار |
| حَلیف | عہد و پیمان والا |
| حُرمت | عزّت، آبرو |
| خلاف ورزی | کسی طے شدہ بات کے خلاف کام کرنا |
| قاصِد | سفیر، پیغامبر، ارادہ کرنے والا |
| ہَموار | برابر، یکساں |
| غدّاری | بیوفائی، بغاوت |
| حکمت عملی | تدبیر، مصلحت |
| پڑاؤ | ٹھہرنے کی جگہ، منزل |
| جَرّار | بڑا ابھاری |
| مُتَوَجّہ | رخ کرنے والا |
| تَوَقُّع | امید |
| تحقیق | چھان بین، تلاش |
| اِخراجات | بہت سے خرچے |
| ادا | حرکت، نازو نخرہ |

| مبارَکہ | برکت والی، بابرکت |
| --- | --- |
| قِیادَت | دوسروں کی رہنمائی کرنا |
| آویزاں | لٹکانا |
| جنگجو | لڑاکا، جھگڑالو |
| وادی | گھاٹی، نیچی زمین |
| بے ساختہ | بے ارادہ، اچانک |
| تسکین | آرام دینا، تسلّی |
| بھگدڑ | پریشانی کی حالت میں بھاگنا |
| جاں نثار | جان قربان کرنے والا |
| حُسنِ سُلوک | اچھا چلنا، اچھا رویہ |
| سرکوبی | سر کچلنا، ادب سکھانا |
| کثرت | زیادتی، بہتات |
| تَوَکّل | بھروسہ کرنا |
| گھمسان | بڑی لڑائی |
| طاری | چھا جانے والا |
| نامُساعِد | ناموافق |
| لَبَّیک | حاضر ہوں، کھڑا ہوں |
| فارغ | آزاد، بنا کام کے |
| تعبیر | بیان کرنا |
| ایثار | اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دینا |
| یوم (ج) اَیّام | دن |
| لمحہ (ج) لمحات | یک نظر، نہایت تھوڑا وقت |
| آغاز | شروعات، ابتدا |
| بقیع الغرقَد | مسجد نبوی کے متصل ایک قبرستان کا نام (جنت البقیع) |

| | |
|---|---|
| رُعب | خوف، ہیبت، دہشت |
| طرف (ج) اطراف | کنارہ، سمت |
| مَسافت | منزل کا فاصلہ |
| جانفشانی کرنا | سخت محنت و مشقّت کرنا |
| نَوبَت | پیش آنا |
| سعادت | نیک بختی |
| تشریف | بزرگی، تعظیم و تکریم |
| مُکمّل | پورا، تمام، کامل |
| بیرونی | باہر والا |
| سرنگوں | سر کے بل، شرمندہ |
| تہذیب | شائستگی، خوش اخلاقی |
| ثقافت | رہنے کا طریقہ |
| فوقیت | بڑائی، عظمت |
| وراثت | میراث |
| اَلوداع | رخصت، روانگی |
| مجمع | مجلس، انبوہ |
| نکتہ | باریکی، راز، بھید |

## باب چہارم: اَخلاق و آداب

| | |
|---|---|
| تَربیت | پرورش، تہذیب |
| بِعثَت | بھیجنا، اُٹھانا |
| خُلق (ج) اَخلاق | عادت |
| اَدب (ج) آداب | اخلاق، تہذیب |

| | |
|---|---|
| سرانجام | پایۂ تکمیل تک پہنچانا |
| مُستقل | مضبوط، لگاتار |
| مُعاشَرَت | آپس میں مل جل کر زندگی گزارنا |
| آشتی | صلح، دوستی |
| رَوِش | رفتار، چال |
| افراط | زیادتی، کثرت، بہت زیادہ |
| تفریط | انتہائی کم کرنا |
| قدر (ج) اَقدار | عزت، بزرگی |
| ذہن نشین | یاد کرنا |
| تزکیہ | صفائی، پاک کرنا |
| عَزیز | پیارا، محبوب |
| مَذمت | ہجو، برائی، بدی |
| بُخل | کنجوسی |
| طَیّبہ | پاکیزہ |
| قطع رحمی | رشتہ داری کو توڑنا |
| اِسراف | ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا |
| دَرماندہ | عاجز، مجبور |
| قائل | کہنے والا، بولنے والا |
| مِعیار | پیمانہ، قاعدہ، کسوٹی |
| مُضر | نقصان دینے والی |
| فلاح | کامیابی |
| بہبود | ترقی |
| گُریز | بھاگنا |

| | |
|---|---|
| قِناعت | تھوڑی چیز پر اکتفا کرنا |
| رضاعی | دودھ شریک |
| سُنّت | طریقہ، راستہ |
| مزاج پُرسی | حال احوال پوچھنا |
| عیادت | بیمار کی طبیعت پوچھنا |
| صلہ رحمی | رشتہ داری کو ملانا |

## باب پنجم

## ہدایت کے سرچشمے مشاہیرِ اسلام

| | |
|---|---|
| ہدایت | رہنمائی، رہبری |
| گرانقدر | بیش بہا |
| صدّیقہ | نہایت سچی عورت |
| فقہ | علم شریعت، سمجھ، واقفیت |
| مُتاثر | اثر قبول کرنے والا |
| اثر (ج) آثار | نشان |
| رَعیّت (ج) رعایا | عوام |

| | |
|---|---|
| پَیکر | صورت، شکل |
| دینار | سونے کا سکہ |
| مَعمول | عمل میں لائی ہوئی چیز |
| بعلبک | ایک شہر کا نام |
| انتقال | رحلت |
| مَصروف | مشغول |
| غیر مُہذب | پس ماندہ |
| اِہتمام | خیال رکھنا، انتظام کرنا |
| مُجاہد | جہاد کرنے والا |
| صلیبی | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے پھانسی کا عقیدہ رکھنے والے لوگ (عیسائی) |
| مَعزول | برطرف کیا گیا |
| مُلَوَّث | لتھڑا ہوا، آلودہ |
| مُنتظم | انتظام کرنے والا |
| تعیّنات | مُقرّر |
| دِرہم | چاندی کا سکہ |